ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
4
www.tanzeem.org
22 تا 28 جنوری 2013ء / 9 تا 15 ربیع الاوّل 1434ھ

اس شمارے میں

اے کاش!

مقامِ شہادت

فیضانِ انقلابِ محمدیؐ

بھارت کی پاکستان دشمنی

نصابِ تزکیہ: انقلاب، جہاد......

دشمن کے پرستار

الطاف حسین کا ڈرون حملہ

سراپا رحمت

''حضور ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کا لایا ہوا نظامِ زندگی جو آخری ہے، یہ صرف آخری ہی نہیں ہے بلکہ یہ ساری دنیا کے لئے رحمت و برکت کا ذریعہ بھی ہے۔ گویا اسی نظام میں اب دنیا کی فلاح و بہبود پوشیدہ ہے۔ اسی پر چل کر دنیا تباہی سے بچ سکتی ہے۔ اسی کی ہدایت کے ذریعے وہ گمراہ لوگوں کے ایجاد کردہ ہتھیاروں کی تباہی سے نجات پا سکتی ہے۔ اسی کی مدد سے وہ اپنے طبقاتی، لسانی، علاقائی، قومی، معاشی، سیاسی، معاشرتی، اخلاقی اور روحانی مسائل حل کر سکتی ہے۔ اسی نظامِ رحمت میں اس کی فلاح، اس کی سلامتی اور اس کی ترقی کی ضمانت پوشیدہ ہے۔ اسی نظامِ رحمت کی دستگیری سے انسان تباہی کے گہرے کھڈ میں گرنے سے بچ سکتا ہے۔ غرض بنی نوع انسان کے لئے حضور ﷺ کا لایا ہوا نظام ہی آخری بھی ہے اور رحمتِ کامل بھی۔ اس دین کا آخری ہونا اس کے کامل ہونے کی اور اس کا رحمت ہونا اس کے دنیا بھر کے انسانوں کے لیے فلاحِ عامہ کا ضامن ہونے کی دلیل ہے جب آپؐ ہی اس نظام کے لانے والے اور غالب کرنے والے ہیں تو پھر آپؐ ہی تنہا رحمۃ للعالمین ہیں۔ چونکہ دنیا اس نظامِ رحمت سے آپ ﷺ کی معرفت ہی آشنا ہوئی ہے، پھر چونکہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی طرف دینِ اسلام کو اپنے آخری پیغام کے طور پر اتارا ہے، اس لیے اب سارے زمانوں اور سارے جہانوں کے لئے سارے گروہوں، طبقوں، نسلوں اور علاقوں کے لیے بس آپؐ ہی رحمتِ کامل ہیں۔ اب آپؐ کے بعد دنیا کو کسی نئے انسان، نئے نبی اور نئے نظام کی ضرورت نہیں ہے۔ آپؐ کا تربیت دیا ہوا انسان جس کا مثالی نمونہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں اور آپؐ کا پیش کیا ہوا نظام جو دینِ اسلام ہے، اس کے بعد کسی دوسرے نمونے کے انسان اور کسی دوسرے طرز کے نظام کی انسانیت کو کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یہ نظام انسانیت نظامِ رحمت ہے جو انسانیت کے لیے کامل اور کافی ہے۔''

''رسول اکرم ﷺ کی حکمتِ انقلاب''

سید اسعد گیلانی

سورۃ یوسف

(آیات:80 تا 83)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرَّحیم

فَلَمَّا اسْتَیْئَسُوْا مِنْہُ خَلَصُوْا نَجِیًّا ؕ قَالَ کَبِیْرُھُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنَّ اَبَاکُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَیْکُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰہِ وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِیْ یُوْسُفَ ۚ
فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰی یَاْذَنَ لِیْٓ اَبِیْٓ اَوْ یَحْکُمَ اللّٰہُ لِیْ ۚ وَھُوَ خَیْرُ الْحٰکِمِیْنَ ﴿٨٠﴾ اِرْجِعُوْٓا اِلٰٓی اَبِیْکُمْ فَقُوْلُوْا یٰٓاَبَانَآ اِنَّ ابْنَکَ سَرَقَ ۚ وَمَا شَھِدْنَآ
اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَمَا کُنَّا لِلْغَیْبِ حٰفِظِیْنَ ﴿٨١﴾ وَاسْئَلِ الْقَرْیَۃَ الَّتِیْ کُنَّا فِیْھَا وَالْعِیْرَ الَّتِیْٓ اَقْبَلْنَا فِیْھَا ؕ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿٨٢﴾ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَکُمْ
اَنْفُسُکُمْ اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ جَمِیْلٌ ؕ عَسَی اللّٰہُ اَنْ یَّاْتِیَنِیْ بِھِمْ جَمِیْعًا ؕ اِنَّہٗ ھُوَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ ﴿٨٣﴾

آیت 80 ﴿فَلَمَّا اسْتَیْئَسُوْا مِنْہُ خَلَصُوْا نَجِیًّا ؕ﴾ ''پھر جب وہ یوسفؑ سے مایوس ہو گئے تو علیحدگی میں جا کر مشورہ کرنے لگے۔''

﴿قَالَ کَبِیْرُھُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنَّ اَبَاکُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَیْکُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰہِ﴾ ''ان کے بڑے نے کہا: کیا تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارے والد نے تم سے اللہ کے نام پر پختہ عہد لیا ہوا ہے''

اُن کے سب سے بڑے بھائی کا نام یہودا تھا' یہ وہی تھے جنہوں نے مشورہ دے کر حضرت یوسفؑ کی جان بچائی تھی کہ اگر تم اُس کی جان کے درپے ہو گئے ہو تو اسے قتل مت کرو بلکہ کسی دور دراز علاقے میں پھینک آؤ۔

﴿وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِیْ یُوْسُفَ ۚ﴾ ''اور (کیا تم نہیں جانتے) جو زیادتی اس سے پہلے تم یوسفؑ کے معاملے میں کر چکے ہو!''

﴿فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰی یَاْذَنَ لِیْٓ اَبِیْٓ﴾ ''اب میں تو اس سرزمین سے نہیں ہلوں گا' یہاں تک کہ میرے والد خود مجھے اجازت دے دیں''

تم لوگ جا کر والد صاحب کو سارا واقعہ بتاؤ' پھر اگر وہ مطمئن ہو کر مجھے اجازت دے دیں تو تب میں واپس جاؤں گا ورنہ میں ادھر ہی رہوں گا۔

﴿اَوْ یَحْکُمَ اللّٰہُ لِیْ ۚ وَھُوَ خَیْرُ الْحٰکِمِیْنَ ﴿٨٠﴾﴾ ''یا پھر اللہ ہی میرے بارے میں کوئی فیصلہ کر دے' اور یقیناً وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔''

آیت 81 ﴿اِرْجِعُوْٓا اِلٰٓی اَبِیْکُمْ فَقُوْلُوْا یٰٓاَبَانَآ اِنَّ ابْنَکَ سَرَقَ ۚ﴾ ''تم لوٹ جاؤ اپنے والد کے پاس اور (جا کر) کہو کہ ابا جان! آپ کے بیٹے نے چوری کی ہے۔''

﴿وَمَا شَھِدْنَآ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَمَا کُنَّا لِلْغَیْبِ حٰفِظِیْنَ ﴿٨١﴾﴾ ''اور ہم گواہی نہیں دے سکتے مگر اُسی چیز کی جس کے بارے میں ہمیں علم ہے' اور ہم غیب کے نگہبان نہیں ہیں۔''

ابا جان! ہم نے اُسے چوری کرتے ہوئے نہیں دیکھا' ہم تو آپؐ کو وہی حقیقت بتا رہے ہیں جو ہمارے علم میں آئی ہے اور وہ یہ ہے کہ بن یامین نے چوری کی ہے اور اس جرم میں وہ وہاں پکڑا گیا ہے۔

آیت 82 ﴿وَسْئَلِ الْقَرْیَۃَ الَّتِیْ کُنَّا فِیْھَا وَالْعِیْرَ الَّتِیْٓ اَقْبَلْنَا فِیْھَا ؕ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿٨٢﴾﴾ ''آپؐ اس بستی (والوں) سے پوچھ لیں جس میں ہم تھے' اور اُس قافلے (والوں) سے جن کے ساتھ ہم آئے ہیں۔ اور ہم (اپنے بیان میں) بالکل سچے ہیں۔''

آپؐ مصر سے بھی حقیقت حال معلوم کرا سکتے ہیں یا پھر جس قافلے کے ساتھ ہم گئے تھے اس کے سب لوگ وہاں موجود تھے' ان کے سامنے یہ سب کچھ ہوا تھا۔ آپؐ ان میں سے کسی سے بھی پوچھ لیں' وہ سارا ماجرا آپؐ کو بتا دیں گے۔

آیت 83 ﴿قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَکُمْ اَنْفُسُکُمْ اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ جَمِیْلٌ ؕ﴾ ''آپؐ نے فرمایا: (نہیں!) بلکہ تمہارے لیے تمہارے نفسوں نے ایک کام آسان کر دیا ہے' پس صبر ہی بہتر ہے۔''

حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہاں پر پھر وہی فقرہ بولا جو حضرت یوسف علیہ السلام کی موت کے بارے میں خبر ملنے پر بولا تھا۔ انہیں یقین تھا کہ حقیقت وہ نہیں ہے جو وہ بیان کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا: بہر حال میں اس پر بھی صبر کروں گا اور بخوبی کروں گا۔

﴿عَسَی اللّٰہُ اَنْ یَّاْتِیَنِیْ بِھِمْ جَمِیْعًا ؕ اِنَّہٗ ھُوَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ ﴿٨٣﴾﴾ ''ہو سکتا ہے اللہ ان سب کو لے آئے میرے پاس۔ یقیناً وہ سب کچھ جاننے والا' حکمت والا ہے۔''

حضرت یعقوب علیہ السلام کے لیے حضرت یوسف علیہ السلام کا غم ہی کیا کم تھا کہ اب دیارِ غیر میں دوسرے بیٹے کے مصیبت میں گرفتار ہونے کی خبر مل گئی' اور پھر تیسرے بیٹے یہودا کا دکھ اس پر مستزاد جس نے مصر سے واپس آنے سے انکار کر دیا تھا' مگر پھر بھی آپؐ صبر کا دامن تھامے رہے۔ رنج والم کے سیل بے پناہ کا سامنا ہے مگر پائے استقامت میں لغزش نہیں آئی۔ بس اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسا ہے اور اُسی کی رحمت سے اُمید!

تا خلافت کی بنا، دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

بانی: اقتدار احمد مرحوم

22 تا 28 جنوری 2013ء — جلد 22
9 تا 15 ربیع الاوّل 1434ھ — شمارہ 4

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

مدیر: ایوب بیگ مرزا

نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھر
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو، لاہور-54000
فون: 36316638-36366638 فیکس: 36313131
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور-54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا----------------- (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ

ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اے کاش!

ڈاکٹر علامہ طاہر القادری اور حکومت کے درمیان معاہدہ جسے ''اسلام آباد لانگ مارچ ڈیکلریشن'' کا نام دیا گیا ہے اِن سطور کے رقم ہونے سے چند گھنٹے پہلے طے پایا ہے۔ لہٰذا حتمی انداز میں اس کا تجزیہ کرنا اور نتائج اخذ کرنا بہت مشکل ہے۔ بہرحال اس وقت تک جو صورت حال سامنے آئی ہے اس کے مطابق کچھ یوں محسوس ہوتا ہے کہ نادیدہ قوتوں نے جن مقاصد کے حصول کے لیے یہ ڈراما سٹیج کیا تھا یہ معاہدہ ان مقاصد کی طرف ایک محدود پیش رفت ہے۔ ہم نے نادیدہ قوتوں پر الزام بلاسوچے سمجھے نہیں لگا دیا بلکہ واقعات کے تسلسل اور ترتیب سے اس کے ثبوت فراہم ہوتے ہیں۔ کسی بھی سیاسی احتجاج، جلوس اور لانگ مارچ میں سب سے زیادہ حکومت نشانہ پر ہوتی ہے اور وہی سب سے زیادہ متاثر ہوتی ہے۔ معاہدے سے 24 گھنٹے پہلے تک مطالبات تسلیم کرنے کے حوالہ سے حکومتی موقف بڑا مضبوط اور سخت تھا۔ پاکستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ کسی احتجاج یا لانگ مارچ میں اپوزیشن نے حکومت سے بھی بڑھ کر مخالفانہ روش اختیار کی۔ اپوزیشن نے متحد ہو کر لانگ مارچ کرنے والوں کے مطالبات کو سختی سے مسترد کرنے کا حکومت کو مشورہ دیا۔ صرف تحریک انصاف کے چیئرمین عمران خان متذبذب تھے، لیکن اسی دوران میں انہوں نے بھی لانگ مارچ میں شامل ہونے کی طاہر القادری کی درخواست مسترد کر دی۔ اس پر ایک سینئر صحافی نے یہ تبصرہ کیا اور بالکل درست کیا کہ سارا پاکستان ایک طرف ہو گیا ہے اور طاہر القادری تنہا رہ گئے ہیں۔ زیادہ وقت گزرنے اور سردی بڑھنے سے شرکاء لانگ مارچ بڑی تکلیف اور اذیت محسوس کر رہے تھے۔ طاہر القادری صاحب مقدس ہستیوں کا حوالہ دے کر اور قسمیں کھا کھا کر انہیں دلاسے دے کر روک رہے تھے۔ بارش نے بھی شرکاء کی تکلیفوں میں اضافہ کر دیا تھا۔ یہ بات کافی حد تک یقین سے کہی جاسکتی ہے کہ اگر ایک دو روز اور ٹھہرنا پڑ جاتا تو قادری صاحب کو انہیں روکنا بہت مشکل ہوتا۔ قادری صاحب بُری طرح کارنر ہو چکے تھے۔ محکمہ موسمیات بھی اگلے چند روز بارش کی پیشین گوئی کر رہا تھا۔ نوبت یہاں تک پہنچ چکی تھی کہ وزیر پریس کانفرنس میں قادری صاحب کی نقلیں اتار کر ان کا تمسخر اڑا رہے تھے۔ قادری صاحب کی فیس سیونگ کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی۔ پھر اچانک کسی نے حکومت کا بازو مروڑا۔ ساری اتحادی جماعتیں ان کے کنٹینر میں حاضر ہو گئیں اور ان سے ایک ایسا معاہدہ کر لیا، جس پر چاہے نادانی اور لاعلمی کی وجہ سے مگر ان کے مریدوں نے فتح اور کامرانی کے شادیانے بجائے۔ البتہ آگے بڑھنے سے پہلے ہم پر اس حقیقت کا اظہار اور اعتراف لازم آتا ہے اور یہ قلم کے تقدس کا تقاضا بھی ہے کہ یہ تسلیم کیا جائے کہ طاہر القادری صاحب کے مریدوں اور دوسرے شرکائے لانگ مارچ نے جس نظم وضبط، برداشت اور سمع وطاعت کا مظاہرہ کیا ہے، اس کی پاکستان کی تاریخ میں کوئی نظیر نہیں ملتی۔ عام سیاسی جماعتیں تو ورکرز کا ایک محدود اجلاس چند گھنٹوں کے لیے منعقد کریں تو کھانے وغیرہ پر جو تماشا ہوتا ہے وہ قابل دید ہوتا ہے۔ خیال تھا کہ جب دھرنے کے خاتمے کا اعلان ہو گا تو بھگدڑ مچے گی لیکن واپسی پر بھی ایسا کچھ نہیں ہوا اور لوگ مہذب اور منظم انداز میں واپس گئے۔ پھر یہ کہ ایک بڑا ہجوم کئی دن فلک شگاف نعرے تو مارتا رہا لیکن کوئی توڑ پھوڑ ہوئی اور نہ کسی پبلک پراپرٹی کو نقصان پہنچا۔ گویا اس لانگ مارچ کے حوالے سے شیخ الاسلام طاہر القادری کو دو بڑی کامیابیاں حاصل ہوئیں: ایک یہ کہ وہ عوام کی ایک بڑی تعداد کو پارلیمنٹ ہاؤس کے سامنے لے جانے میں کامیاب ہو گئے اور دوسری یہ کہ وہ شرکاء کو منظم اور پرامن رکھنے میں کامیاب ہوئے۔ اب آیئے اس معاہدے کی شقوں کی طرف:

(1) تمام اسمبلیاں 16 مارچ سے پہلے تحلیل کر دی جائیں گی، تاکہ انتخابات کے انعقاد کے لیے دو ماہ کی بجائے تین ماہ مل جائیں۔

(2) الیکشن کمیشن کی تشکیل نو کے لیے ملک کے چوٹی کے وکلاء کا پہلا اجلاس 27 جنوری کو منہاج القرآن کے مرکزی سیکرٹریٹ میں منعقد ہو گا۔

(3) آئین کے مطابق نگران وزیراعظم کے تقرر کے لیے لیڈر آف دی ہاؤس (یعنی اس وقت کا وزیراعظم) اور لیڈر آف دی اپوزیشن سے مشورہ کریں گے، اب وزیراعظم اپنی طرف سے آئینی مشورہ دینے سے پہلے خود طاہر القادری صاحب سے بھی مشورہ کرنے کے پابند ہوں گے۔

(4) سپریم کورٹ کا 8 جون 2012ء کا فیصلہ جو انہوں نے آئینی پٹیشن 2011ء پر کیا تھا، اسے ان ہی الفاظ اور اسی روح کے ساتھ نافذ العمل بنایا جائے۔ اسی طرح آئین کے آرٹیکل 63,62 اور 218(3) کو سختی سے نافذ کیا جائے۔

(5) دونوں اطراف سے دائر کردہ مقدمات واپس لے لیے جائیں گے اور کوئی انتقامی کارروائی نہیں ہوگی۔

اس معاہدے کو اگر سرسری نگاہ سے اور شیخ الاسلام ڈاکٹر پروفیسر علامہ طاہر القادری کے ایک مرید کی نگاہ سے دیکھا جائے تو یہ ان کی فتح بلکہ فتح مبین ہے اور یہ لانگ مارچ کے مقصد کو پورا کرتا ہے۔ یہ ایک عظیم کامیابی ہے۔ اسی لیے بھنگڑے ڈالے جا رہے ہیں اور جشن منایا جا رہا ہے۔ لیکن اگر آپ مریدوں جیسے جذبات اور ناقدین کے تعصبات سے بالاتر ہو کر انتہائی دیانت داری سے اس معاہدے کا باریک بینی سے جائزہ لیں گے اور حقیقی پوسٹ مارٹم کریں گے تو اس کا حاصل وصول سوائے اس کے کچھ دکھائی نہیں دیتا کہ نگران وزیر اعظم کے تقرر کے حوالے سے اس وقت کے وزیر اعظم لیڈر آف دی اپوزیشن سے مشورہ کرنے سے پہلے طاہر القادری سے بھی مشورہ کریں گے۔ اس بات کو یوں سمجھا جا سکتا ہے کہ اس تقرر کے حوالہ سے وہ حکومت کے اتحادی کا رول ادا کریں گے۔ یہ اور بات ہے کہ ان کا مشورہ وزیر اعظم اپوزیشن لیڈر کو پہنچاتے بھی ہیں یا نہیں۔ اس لیے کہ آئینی طور پر طاہر القادری صاحب کو اس میٹنگ میں لے جایا تو نہیں جا سکتا۔ گویا ان کے مشورہ پر عمل ہونا تو دور کی بات ہے، دوسرے رکن تک پہنچنا بھی مشکوک ہے۔ الیکشن کمیشن کی تشکیل نو تو بالکل ہی مضحکہ خیز بات ہے اور اس حوالہ سے منہاج القرآن کے سیکرٹریٹ میں وکلاء کا اجتماع سوائے اس کے کچھ نظر نہیں آتا کہ الیکٹرانک میڈیا میں منہاج القرآن کا نام اور عمارت کی تصاویر کچھ روز تک آتی رہے گی۔ ایک شق یہ ہے کہ وہ اسمبلیاں جن کی میعاد 16 مارچ کو پوری ہونا تھی اور 2 ماہ کے بعد انتخابات آئینی تقاضا ہے وہ اگر 16 مارچ سے پہلے تحلیل ہو گئیں تو الیکشن 3 ماہ کے بعد منعقد ہوں گے۔ ہمارے نزدیک اہم ترین شق یہ ہے کہ آئین کی دفعات 63,62 پر سختی سے عمل درآمد ہوگا۔ الیکشن کمیشن سکروٹنی ایک ماہ میں کرے گا۔ ہماری رائے میں یہ شق کئی مسائل پیدا کرے گی۔ معاشرے کی جو موجودہ صورتحال ہے اس میں ان دفعات کے معیار پر اترنا روایتی سیاست دانوں کے لیے کافی مشکل ہے۔ اس شق پر عمل درآمد انتخابات ملتوی کرا سکتا ہے۔ گویا ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ ہدف کا تعین کیے بغیر اور بار بار موقف تبدیل کرنے سے اور تقاریر میں بے شمار تضادات کی وجہ سے قادری صاحب نہ صرف خالی جھولی لئے واپس لوٹے ہیں، بلکہ جلسہ سے لے کر دھرنا تک اُن کا سارا عمل مالیاتی اور نظریاتی لحاظ سے انتہائی نقصان دہ ثابت ہوا ہے اور انقلاب کی اصطلاح بھی بدنام ہوئی ہے۔

ہم نے آغاز میں نادیدہ ہاتھوں کا ذکر کیا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ افغانستان میں پھنسی ہوئی سپر پاور اور بعض دوسری بیرونی قوتیں پاکستان میں ہر قیمت پر اپنی مرضی کی حکومت چاہتی ہیں۔ انہیں پھر پرویز مشرف اور زرداری کی تلاش ہے لیکن پاکستان میں امریکہ کے خلاف جس قدر نفرت بڑھ چکی ہے اس کی بنا پر اینٹی امریکہ نعرہ انتخابات میں پاپولر نعرہ ہوگا اور نئی حکومت کے لیے امریکی مطالبات کو تسلیم کرنا مشکل نہیں تقریباً ناممکن ہو جائے گا۔ لہٰذا یا تو انتخابات نہ ہوں جس پر سیاسی جماعتوں کا احتجاج شروع ہو اور ملک میں انارکی پھیلے، جس کا یہ قوتیں فائدہ اٹھائیں اور پاکستان انتہائی کمزور ہو جائے اور اس کے لیے ایٹمی اثاثہ جات سنبھالنا مشکل ہو جائے، پھر دہشت گردوں کے ذریعے اور اپنے جاسوسوں کے ذریعے جو پاکستان میں چہار سو پھیلے ہوئے ہیں ان ایٹمی اثاثہ جات پر قبضہ کیا جائے۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو کم از کم یہ ہو جائے کہ آئین کی دفعہ 63,62 کی آڑ میں انتخابات ملتوی کر لیے جائیں، تاکہ عبوری حکومت کا دورانیہ طویل ہو جائے، کیونکہ بغیر پارلیمنٹ کے وزیر اعظم اور انتظامیہ سے ڈیل کرنا آسان ہو جائے گا۔ ملکی اسٹیبلشمنٹ بھی دو وجوہات کی بنا پر انتخابات کا التوا چاہتی ہے۔ ایک تو انتخابات کا امن وامان سے ہو جانا ممکن نظر نہیں آ رہا بلکہ بڑی سطح پر قتل وغارت کا خطرہ ہے اور دوسرا اسٹیبلشمنٹ کو یہ اطلاعات مل رہی ہیں کہ ملک دیوالیہ ہونے جا رہا ہے۔ لہٰذا ایک نگران حکومت کو کھلا موقع دے کر اقتصادی ڈسپلن سختی سے نافذ کیا جائے۔ علاوہ ازیں سیاست دانوں کا بے لاگ احتساب کیا جائے اور ان کا مواخذہ بھی کیا جائے تاکہ آئندہ حکمران کرپشن کرتے وقت سوچیں۔ آخری اور انتہائی اہم بات یہ ہے کہ آئندہ انتخابات میں ممکنہ وزیر اعظم اور ہماری اسٹیبلشمنٹ کے تعلقات کوئی ایسے اچھے نہیں۔ امریکہ کو بھی ان سے شکایت ہے کہ وہ اسلامی جماعتوں سے اچھے تعلقات رکھتے ہیں اگرچہ اب یہ صاحب اسلامی جماعتوں سے دور رہنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ واللہ اعلم

اے کاش محترم قادری صاحب جو ایک مذہبی سکالر بھی ہیں نفاذِ شریعت کے لیے دھرنا دیا ہوتا۔ وہ پاکستان کو اسلامی فلاحی ریاست بنانے کے لیے میدان میں اترتے اور ان کے پیروکاروں نے اسلام آباد کی یخ بستہ ہواؤں کا مقابلہ اللہ اور رسول ﷺ کے پرچم کو بلند کرنے کے لیے کیا ہوتا۔ بہرحال اس سارے قصہ سے یہ بات تو پختہ تر ہو کر سامنے آئی کہ آج کے دور میں حکومت سے مطالبات تسلیم کروانے کے لیے مرکزِ اقتدار کا گھیراؤ کرنا لازم ہے۔ یہی وہ نکتہ ہے جس کے لیے بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ زندگی بھر چیخ چیخ کر دوسری دینی جماعتوں کو کہتے رہے کہ انتخابات کا نہیں انقلاب کا راستہ اپناؤ۔ لیکن وہ اسلامی انقلاب کے prerequisite یعنی ابتدائی تقاضوں کو ناگزیر قرار دیتے تھے۔ یعنی نظریہ فلوٹ کرنا' اور اُس کی بھرپور دعوت دینا، جماعت بنانا' تربیت دینا' فریق مخالف کی اشتعال انگیز کارروائیوں پر عدم تشدد کے فلسفہ پر سختی سے قائم رہنا اور پھر جب تربیت یافتہ ساتھیوں کی اتنی تعداد ہو جائے تو گھیراؤ اور دھرنے سے باطل اور طاغوتی نظام کو مفلوج کر دینا۔ اے کاش! ہماری دینی جماعتیں اس جانب متوجہ ہوں کہ ایک متنازعہ شخص انتخابی اصلاحات جیسا فروتر مطالبہ لے کر اسلام آباد کا منظم اور پرامن طریقے سے گھیراؤ کر کے حکومت کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر سکتا ہے تو پاکستان کی ساری دینی جماعتیں اس باطل اور طاغوتی نظام کو مفلوج کر کے اسلامی انقلاب کیوں برپا نہیں کر سکتیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اللہ رب العزت نے ایک واضح اشارہ دیا ہے۔ رب کی زمین ہو اس پر محمد عربی ﷺ کے نام لیوا مقیم ہوں اور غیر اللہ کا قانون نافذ ہو اس سے بڑا ظلم کیا ہو سکتا ہے۔ اس سے بڑی معصیت کیا ہوگی۔ اے کاش! مسلمانانِ پاکستان خصوصاً اسلامی جماعتوں کے کارکنان اور ان کے رہنماؤں کے دل میں یہ بات اتر جائے، ان کا ذہن اسے قبول کر لے اور وہ میدان عمل میں اتریں۔ اللہ تعالیٰ یقیناً ہماری دستگیری فرمائے گا۔ اسلام بذریعہ بیلٹ اور بلٹ دونوں طریقوں نے ناکامیوں کے سوا ہمارے دامن میں کچھ نہیں ڈالا۔ جان لیجیے، مواقع ضائع کرنے والی قوموں کا مقدر پچھتاوا ہوتا ہے۔ اے کاش ہم نفاذ شریعت کے لیے تمام راستوں کو ترک کر کے منہج نبویؐ کو اپنا لیں۔ اے کاش!

مقامِ شہادت

انجینئر مختار فاروقی

شہادت اور شہید ہمارے دین کی بہت ہی بنیادی اصطلاحات ہیں۔ دونوں الفاظ کے معانی میں ''گواہی'' کا بنیادی مفہوم شامل ہے۔ شہید صفت مشبّہ ہے، جس کے معنی گواہ کے ہیں۔ یہ ''مستقل گواہی'' اور اپنے وجود سے ''گواہی'' کے معنی دیتا ہے۔ قرآن مجید میں شہید کا لفظ اللہ تعالیٰ کے لیے بھی آیا ہے۔ گواہی سے موجودگی کا تصور ناگزیر ہے اور اللہ تعالیٰ کے لئے موجودگی سے پھر مدد اور نصرت کا مفہوم نکلتا ہے۔ یعنی جو موجود ہے اور دوسرے کی مدد کرنے پر قادر بھی ہے تو پھر اسے ضرور مدد کرنا چاہیے۔ اس معنی میں بھی شہید اور شہداء کا لفظ کئی مقامات پر آیا ہے۔ اہل کتاب سے متعلق تورات پر عمل درآمد اور اس کی حفاظت کے لیے بنی اسرائیل کے بارے میں ''وَكَانُوا عَلَيْهِ شُهَدَاء'' کے الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ اس معنی میں اُمت مسلمہ پر بھی دین حق کے لیے مستقل مزاجی سے ڈٹے رہنا اور دین کے معاملات کا گواہ رہنا دینی تقاضا ہے۔ چنانچہ سورۃ النساء اور سورۃ المائدہ میں ذرا سے لفظی فرق کے ساتھ ﴿كُونُوا قَوَّامِينَ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ﴾ کے الفاظ آئے ہیں، جس کے معنی یہ ہیں کہ اے اہل ایمان تم اللہ (کے دین) کے لیے گواہ اور مددگار بن کر کھڑے ہو جاؤ اور یہ حمایت ہر حال میں ہو، چاہے کسی اپنے یا پرائے کے خلاف ہی یہ گواہی کیوں نہ دینی پڑے۔

انبیاء کرام علیہم السلام، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور صلحائے اُمت رحمہم اللہ کا کردار یہ رہا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دین کی نصرت اور انبیاء کرام کی طریقے کی حفاظت کے لیے ہر قیمت پر اور ہر حال میں کمر بستہ رہے۔ سورۃ النساء اور سورۃ المائدہ کی آیات میں ''قوام'' اور ''شہید''، گواہ اور کسی بات پر قائم رہنے اور، ڈٹ جانے والے کے معنی میں وارد ہوا ہے اور یہ آپس میں بہت قریب المعنی ہیں۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ''قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ'' اور ''شُهَدَآءَ لِلّٰهِ'' کو دوسری جگہ ''قَوَّامِينَ لِلّٰهِ'' اور ''شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ'' کے الفاظ سے بدل دیا۔

گویا حقوق اللہ اور حقوق العباد کے لیے اہل ایمان کو ذمہ دار بنایا گیا ہے۔ انہیں خود بھی ان باتوں پر پورا پورا کاربند رہنا چاہیے اور اسی کا علمبردار بن کر اور نگران بن کر سامنے آنا چاہیے تاکہ احکام الٰہی پر عمل درآمد ہوتا رہے۔

یہ گواہی خود دین پر چل کر دوسروں کے لیے نمونہ بننے کی کوشش کا نام ہے۔ حضرت محمد ﷺ کے ہر اُمتی کو اس جذبے اور فیصلے کے ساتھ زندگی بسر کرنا ہے کہ اسے ہر حال میں دین پر چلنا ہے۔ خوشی کا موقع ہو، یا غمی کا، کاروبار ہو، دفتر کے معاملات ہوں یا کھیتی باڑی کے، سیاست ہو یا برادری کا معاملہ، دین کو مقدم رکھنا ہے۔ چاہے کوئی راضی رہے یا ناراض ہو۔ یہ طے شدہ فیصلہ ہو کہ ہم دوسروں کو ساتھ لے کر چلنے کی کوشش کریں گے مگر کسی کی ناراضی کے ڈر سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ناراض نہیں کریں گے۔ جو آدمی اس فیصلے پر زندگی گزار رہا ہے وہ دین کا چلتا پھرتا نمونہ اور گواہ ہے۔ اس کی زندگی اس بات کی خاموش تبلیغ اور دعوت ہو گی کہ اس دور میں بھی دین پر عمل کیا جا سکتا ہے اور زندگی گزاری جا سکتی ہے۔ اس خاموش مبلغ کا یہ فیصلہ بھی ضروری ہے کہ دوسروں سے لڑائی بھڑائی کی ضرورت نہیں، مگر اپنی ذات کی حد تک یہ طے ہو کہ کبھی ایسا موقع آ جائے کہ ''جان بچانے'' اور ''دین بچانے'' میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا پڑے تو دین بچاؤں گا، جان نہیں بچاؤں گا۔ ایسا ''جوان مرد'' انسان اور سچا اُمتی چلتا پھرتا شہید اور دین کا گواہ ہے۔ اُس کو شہادت کا درجہ ملے گا۔ اگرچہ یہ وہ اعلیٰ درجے کی شہادت نہیں ہے جو میدان جنگ میں جا کر دشمنوں کے مقابلے میں جان دینے سے ملتی ہے، مگر موت تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ دل میں سچا جذبۂ شہادت ہو تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اسے عام شہادت کی موت کا درجہ دے دیں گے۔ ہمارے محبوب نبی حضرت محمد ﷺ نے اس بات کی وضاحت اپنے بہت سارے فرامین مبارکہ کے ذریعے فرما دی ہے۔ آیئے، لسانِ رسالت مآب ﷺ سے شہادت کے بارے میں بیان کردہ چند بیش قیمت فرمودات نبویؐ پر نظر ڈالیں۔

> حضرت محمد ﷺ کے ہر اُمتی کو اس جذبے اور فیصلے کے ساتھ زندگی بسر کرنا ہے کہ دوسروں کو ساتھ لے کر چلنے کی کوشش کروں گا مگر کسی کی ناراضی کے ڈر سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ناراض نہیں کروں گا۔ جو آدمی اس فیصلے پر زندگی گزار رہا ہے وہ دین کا چلتا پھرتا نمونہ اور گواہ ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "شہید پانچ (قسم کے) ہیں۔ جو طاعون (وباء) کی وجہ سے مر جائے اور جو پیٹ کی تکلیف میں مر جائے اور جو ڈوب جائے اور جو (دیوار، چھت وغیرہ کے نیچے) دب کر مر جائے اور جو اللہ کے راستے میں شہید ہو جائے۔" (متفق علیہ) یہ بات واضح ہو کہ مقتول فی سبیل اللہ درجے میں سب سے بلند ہے، اور اس کا تو وہ مقام ہے کہ اس کے لیے اللہ تعالیٰ موت کی تکلیف کو قابل برداشت بنا دے گا اور اس کو احساس بھی نہیں ہو گا۔ چنانچہ فرمایا ہمارے پیغمبر ﷺ نے، روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی: "شہید قتل کی ضرب کو صرف اتنا سا محسوس کرتا ہے جتنا کہ تم میں سے کوئی قرصہ (مچھر کی مانند ایک جانور) کے کاٹنے کو محسوس کرتا ہے۔" (سنن نسائی)

نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ کامل ترین انسان اور کامل و اکمل نبی اور رسول ﷺ ہیں۔ ایک دانا اور حکیم انسان کی طرح انسانوں سے معاملات کرنا اور ان سے گفتگو کرنا آپؐ کے اخلاق کریمانہ کا حصہ ہے۔ عربی محاورہ ''کلموا الناس علی قدر عقولھم'' (لوگوں کے ساتھ ان کی عقلوں کے مطابق بات کرو) کے مصداق جناب

رسالت مآب ﷺ مختلف مواقع پر حاضرین کے اختلاف کی وجہ سے گفتگو کو مختصر یا لمبا فرما دیتے تھے۔ اسی کا مظہر یہ فرمان مبارک بھی ہے، جس میں آپؐ نے شہادت کے سات درجے بیان فرمائے۔ حضرت جابرؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''شہادت قتل فی سبیل اللہ کے علاوہ سات (قسم کی) ہے۔ جو شخص طاعون (وبا) میں مرجائے وہ شہید ہے۔ جو شخص پیٹ کی تکلیف سے مرجائے وہ شہید ہے۔ جو ڈوب کر مرجائے وہ شہید ہے۔ جو شخص (دیوار یا چھت وغیرہ) کے نیچے دب کر مرجائے وہ شہید ہے۔ جو ذات الجنب (نمونیہ) کی بیماری سے مرجائے وہ شہید ہے۔ جو آگ میں جل کر مرجائے وہ شہید ہے اور جو عورت ازدواجی تعلقات کے نتیجے میں مرجائے وہ شہید ہے۔'' (سنن نسائی)

ایک اور فرمان رسالتؐ میں اس بات کو مزید عام فرما دیا۔ حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو ڈوب کر مرجائے وہ شہید ہے اور جو جل کر مرجائے وہ شہید ہے۔ مسافر (اجنبی) مرجائے تو وہ شہید ہے۔ جو جانور کے ڈسنے سے مرجائے وہ شہید ہے اور جو پیٹ کی تکلیف میں مرجائے وہ شہید ہے۔ جس پر مکان گر جائے وہ شہید ہے۔ جس پر مکان گرا کہ اس کی ٹانگ یا گردن ٹوٹ گئی اور وہ مرگیا تو وہ شہید ہے۔ جو پتھر کی چٹان گرنے سے مرجائے وہ شہید ہے۔ اپنے شوہر پر غیرت کھانے والی عورت اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے (وہ جان دے دے) تو اس کے لیے شہید کا اجر ہے۔ جو اپنے مال کی حفاظت میں قتل ہو جائے وہ شہید ہے۔ جو اپنی جان کی حفاظت میں قتل ہو جائے وہ شہید ہے۔ جو اپنے بھائی کی حفاظت میں قتل ہو جائے وہ شہید ہے۔ جو اپنے پڑوسی کی حفاظت میں قتل ہو جائے وہ شہید ہے اور نیکی کا امر کرنے والا اور برائی سے روکنے والا شہید ہے۔'' (ابن عساکر)

اس حدیث سے یہ بات واضح ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والا اگر اسی وجہ سے قتل کر دیا جائے گا تو وہ بھی شہادت ہی کا درجہ پائے گا۔ گویا زندگی میں ایک سچے مسلمان کی زندگی کا نمونہ بننے کے لیے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی ضروری ہے۔ ذرا غور کریں، امر بالمعروف میں عام طور پر مشکلات اور مصائب کم آتے ہیں جبکہ نہی عن المنکر پر مصیبتیں زیادہ آتی اور مخالفتیں زیادہ ہوتی ہیں۔ لہٰذا شہادت حق کے لیے ''نہی عن المنکر'' کا فریضہ ادا کرنا ضروری ہے اور یہ حصول مقام شہادت کا آسان نسخہ ہے۔

جہاں تک مقتول فی سبیل اللہ کے اعلیٰ وارفع درجے کا ذکر ہے اس کے تو کیا ہی کہنے۔ جناب رسول اکرم ﷺ نے اس کی بے حد توضیح فرمائی ہے۔ اور اس میں خلوص نیت کو بہت واضح فرمایا ہے۔ امیر المومنین حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا: ''شہداء چار ہیں (پہلا) وہ اچھے ایمان والا مرد مومن جس کا دشمن سے مقابلہ ہوا اور اس نے اللہ کی تصدیق کی یہاں تک کہ شہید ہوگیا۔ یہ ایسا بلند مرتبہ ہے کہ لوگ اس کی طرف قیامت کے دن آنکھیں اٹھائیں گے اس طرح۔ اور وہ مرد مومن اچھے ایمان والا جس کا دشمن سے مقابلہ ہوا، درانحالیکہ بزدلی کی وجہ سے وہ ایسے تھا جیسے کہ کسی نے اس کی جلد میں کیکر کا کانٹا چبھو دیا ہے، اچانک غیب سے کوئی تیر آکر اس کو لگا جس نے اس کو شہید کر دیا۔ یہ شخص دوسرے درجہ میں ہے۔ اور وہ مومن کہ اس نے کچھ نیک کام کئے اور کچھ بُرے کام بھی کئے،

داعیٔ رجوع الی القرآن، بانیٔ تنظیم اسلامی

محترم ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

کے شہرۂ آفاق دورۂ ترجمہ قرآن پر مشتمل

بیانُ القرآن

ترجمہ و مختصر تفسیر

حصہ اول سُورۃ الفاتحہ وسُورۃ البقرۃ مع تعارفِ قرآن
(چھٹا ایڈیشن) صفحات: 360، قیمت 450 روپے

حصہ دوم سُورۃ آلِ عمران تا سُورۃ المائدہ
(چوتھا ایڈیشن) صفحات 321، قیمت 400 روپے

حصہ سوم سُورۃ الانعام تا سُورۃ التوبہ
(دوسرا ایڈیشن) صفحات 331، قیمت 400 روپے

حصہ چہارم سُورۃ یُونس تا سُورۃ الکہف
(پہلا ایڈیشن) صفحات 394، قیمت 450 روپے

عمدہ طباعت ❁ دیدہ زیب ٹائٹل اور مضبوط جلد ❁ امپورٹڈ پیپر

ملنے کے پتے

انجمن خُدّام القرآن خیبر پختونخوا، پشاور
A-18 ناصر مینشن، ریلوے روڈ نمبر 2، شعبہ بازار پشاور، فون: 2584824,2214495(091)

مکتبہ خُدّام القرآن لاہور
K-36، ماڈل ٹاؤن لاہور، فون 3-35869501(042)

اس کا دشمن سے مقابلہ ہوا اور اس نے اللہ کی تصدیق یہاں تک کہ وہ شہید کر دیا گیا۔ یہ تیسرے درجہ میں ہے۔ اور وہ مرد مومن جس نے اپنی جان پر اسراف کیا (یعنی بہت گنہگار تھا۔ اس کا دشمن سے مقابلہ ہوا اور اس نے اللہ کی تصدیق کی یہاں تک کہ وہ شہید ہو گیا۔ یہ چوتھے درجہ میں ہے۔" (رواہ احمد والترمذی)

ایک دوسری روایت طبرانی میں ہے: "شہادت کا مقام حاصل کرنے والے وہ لوگ ہیں جو اللہ کے راستے میں پہلی صف میں قتال کرتے ہیں اور وہ اپنا منہ نہیں پھیرتے یہاں تک کہ قتل کر دیئے جائیں۔ یہی لوگ جنت کے بالا خانوں میں جمع کئے جائیں گے، ان سے تیرا رب خوشی کا اظہار کرے گا۔ بے شک جب اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندے سے خوشی کا اظہار کرے تو اس بندہ پر کوئی حساب کتاب نہیں ہے۔"

دین پر چلنا اور زندگی کے تمام معاملات کے لیے دوسروں کے لیے نمونہ اور گواہ بننا ایک سچے امتی کا فرض ہے اور مرتے دم تک اسی پر قائم رہنا ضروری ہے۔ تادم مرگ اس دین کو ہاتھ سے جانے نہ دینا کمال اطاعت اور کمال تقویٰ ہے۔

شہادت کے اعلیٰ درجوں کی جستجو کرتے رہنا اور متلاشی رہنا، اس کے لئے دعائیں کرتے رہنا، یہی ہمارے پاس ایک محفوظ ذریعہ ہے اور خزانہ ہے جس سے قلب پریشان کو سکون میسر رہے گا۔ چنانچہ ہماری رہنمائی اور دلجوئی کے لیے حضرت محمد ﷺ نے فرمایا (جس میں ایک تنبیہ بھی مضمر ہے کہ منافق ایسا نہیں کرتے اللہ تعالیٰ ہمیں نفاق سے بچائے، آمین) "جو شخص اس حال میں مرا کہ نہ تو اس نے کبھی جہاد کیا اور نہ اپنے جی میں اس کی (تجویزیں سوچیں اور) تمنا کی تو وہ نفاق کی ایک صفت پر مرا" (صحیح مسلم)

مقامِ بندگی دیگر مقامِ عاشقی دیگر
ز نوری سجدہ می خواہی ز خاکی بیش ازاں خواہی
چناں خود را نگہداری کہ باایں بے نیازی؟
شہادت بر وجود خود زخونِ عاشقاں خواہی

❁ ❁ ❁ ❁ ❁

پریس ریلیز — حافظ عاکف سعید

16 جنوری 2013ء

حق و باطل کی کشمکش فیصلہ کن مرحلے میں داخل ہو چکی ہے اور دجالی مکر و فریب کا پردہ چاک ہونے کو ہے

ہمیں پاکستان میں اقامت دین کی جدوجہد کو تیز کرنا اور حزب اللہ کی صورت میں اجتماعی زندگی اختیار کرنا ہوگی

غلبہ و اقامت دین کی جدوجہد ہمارا بنیادی دینی فریضہ ہے۔ کلمے کی سربلندی اور اقامت دین کے لیے مسلمانانِ پاکستان کو سر دھڑ کی بازی لگانا ہوگی۔ ان خیالات کا اظہار امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے تنظیم اسلامی کے آل پاکستان سالانہ اجتماع میں شریک کثیر تعداد میں موجود رفقاء تنظیم اسلامی سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ انہوں نے کہا کہ ابلیسی اور دجالی قوتیں سلطنت خداداد پاکستان کے خلاف ناپاک ایجنڈے کی تکمیل کے لیے سرگرم عمل ہیں۔ ہمارے حکمرانوں نے امریکہ کے تعاون سے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف افغانستان میں جو جنگ کی آگ بھڑکائی تھی، اس کے ہولناک نتائج اب ہمارے سامنے آ رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ حق و باطل کی کشمکش فیصلہ کن مرحلے میں داخل ہو چکی ہے اور دجالی مکر و فریب کا پردہ چاک ہونے کو ہے۔ ان حالات میں ہمیں پاکستان میں اقامت دین اور نفاذِ شریعت کی جدوجہد کو تیز کرنا اور حزب اللہ کی صورت میں اجتماعی زندگی اختیار کرنا ہوگی۔ اس انقلابی جدوجہد کے لیے ہمیں رب کے دامن کو مضبوطی سے تھامنا اور تعلق مع اللہ کو مضبوط بنانا ہوگا۔

18 جنوری 2013ء

ڈاکٹر طاہر القادری لانگ مارچ میں لوگوں کو کثیر تعداد میں لانے، ہجوم کو پُرامن رکھنے اور نظم و نسق کو قائم رکھنے میں کامیاب رہے، تاہم اُن کے حکومت سے معاہدہ کی اکثر و بیشتر شقیں قابل عمل نہیں ہیں

لانگ مارچ سے یہ حقیقت اور بھی واضح ہوگئی ہے کہ اگر دینی جماعتیں نفاذ شریعت کے لیے میدان میں اتریں تو وہ مرکز اقتدار کا گھیراؤ کرنے کے لئے عوام کی بہت بڑی تعداد کو اسلام آباد لے جا سکتی ہیں

اسلام آباد لانگ مارچ ڈیکلریشن پاکستان کے لئے مفید رہے گا یا ضرر رساں، اس کا فیصلہ وقت ہی کرے گا۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطبہ جمعہ کے دوران کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ ڈاکٹر طاہر القادری کو اس حوالہ سے کامیابی ملی کہ لوگوں کی کثیر تعداد لانگ مارچ کا حصہ بنی، علاوہ ازیں وہ ہجوم کو پُرامن رکھنے اور نظم و نسق قائم رکھنے میں بھی کامیاب رہے۔ البتہ جہاں تک معاہدے کا تعلق ہے اکثر سیاسی و آئینی ماہرین کی رائے ہے کہ اُس کی اکثر و بیشتر شقیں قابل عمل نہیں ہیں مثلاً الیکشن کمیشن کی تشکیل نو ایک آئینی مسئلہ ہے، اور خود حکومت کے بس کی بات نہیں ہے کہ وہ اس سلسلے میں کوئی عملی اقدام کرے۔ لہٰذا 27 جنوری کو ادارہ منہاج القرآن میں اس حوالہ سے ہونے والا وکلاء کا اجتماع نشستند گفتند اور برخاستند کے سوا کچھ نہیں ہوگا۔ اسی طرح اس وقت معاشرے کی جو صورت حال ہے اُس میں آئین کی دفعہ 62,63 پر پورا اُترنے والے امیدواران کی ایک ماہ کے متعین وقت میں تلاش ممکن نظر نہیں آتی۔ اُنہوں نے دینی جماعتوں کے اکابرین سے مخاطب ہو کر کہا کہ علامہ طاہر القادری نے محض انتخابی نظام میں تبدیلیوں کے لئے ایک بڑا اجتماع کر کے حکومت کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا۔ اگر تمام دینی جماعتیں شریعت کے نفاذ اور پاکستان کو اسلامی فلاحی ریاست بنانے کے لئے میدان میں اتریں تو وہ مرکز اقتدار کا گھیراؤ کرنے کے لئے عوام کی بہت بڑی تعداد کو اسلام آباد لے جا سکتی ہیں۔ عوام میں دین کے لئے جذبہ موجود ہے اسے مہمیز دینے کی ضرورت ہے اور اسلامی انقلاب کے لئے اُنہیں تربیت دینے کی ضرورت ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ چیخ چیخ کر دینی جماعتوں سے یہ کہتے رہے کہ طاغوتی نظام کو مفلوج کرنے اور شریعت کے نفاذ کا مطالبہ تسلیم کرانے کے لئے یہی واحد راستہ ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ اس مثال کو سامنے رکھ کر دینی جماعتیں اس رخ پر سوچیں اور کوئی لائحہ عمل بنائیں۔ اس لئے کہ یہ ہمارا دینی فریضہ ہے اور اس حوالہ سے روز قیامت ہم سے پوچھ ہوگی۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی)

فیضان انقلاب محمدی ﷺ

صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی

"چمنستان دہر میں بارہا روح پرور بہاریں آچکی ہیں۔ چرخ نادرۂ کار نے کبھی کبھی بزم عالم اس شان سے سجائی کہ نگاہیں خیرہ ہو کر رہ گئیں، لیکن آج کی تاریخ وہ تاریخ ہے جس کے انتظار میں پیر کہن سال دہر نے کروڑوں برس صرف کئے۔ سیارگان فلک اسی دن کے انتظار میں ازل سے چشم براہ تھے۔ چرخ کہن مدت ہائے دراز سے اسی صبح جاں نواز کے لئے لیل و نہار کی کروٹیں بدل رہا تھا۔ کارکنان قضا و قدر کی بزم آرائیاں، عناصر کی جدت طرازیاں، مہ و خورشید کی فروغ انگیزیاں، ابرو باد کی تردستیاں، عالم قدس کے انفاس پاک، توحید ابراہیمؑ، جمال یوسفؑ، معجز طرازی موسیٰؑ اسی لئے تھی کہ یہ متاع ہائے گراں بہا تاجدار عرب و عجم ﷺ کے دربار گہربار میں کام آئیں گی۔

"آج کی صبح وہ صبح جہاں نواز، وہ ساعت ہمایوں، وہ دور فرخ فال ہے کہ آج توحید کا غلغلہ بلند ہوا۔ بتکدوں میں خاک اڑنے لگی۔ نفرت و کدورت کے اوراق خزاں دیدہ ایک ایک کر کے جھڑنے لگے۔ محبت اور اخوت کے پھول مہک اٹھے۔ چمنستان سعادت میں بہار آگئی۔ شبستان حیات جگمگا اٹھی۔ اخلاق انسانی کا آئینہ پرتو قدس سے چمک اٹھا۔ ابراہیمؑ کی دعا قبول ہوئی۔ نطق عیسیٰؑ کی تبشیر وجود میں آئی۔ کبھی نہ غروب ہونے والا آفتاب افق سے نکلا۔ جمعیت خاطر اور اطمینان قلب کے لئے ٹھوس عقیدے اور جامع نظام و دستور کی کمی پوری ہوگئی۔"

اوپر کے یہ الفاظ برصغیر پاک و ہند کے نامور انشاء پرداز اور ممتاز سیرت نگار مولانا شبلی نعمانیؒ کے ہیں۔ شبلیؒ نے بلاشبہ اپنا سارا سرمایۂ ادب و انشاء لا کر بارگاہ نبوت میں ڈھیر کر دیا ہے۔ ہر لفظ کوثر و تسنیم سے ڈھلا ہوا اور ہر حرف محبت کی ٹکسال میں ڈھلا ہوا ہے۔ مرحوم نے اپنے گلشن عشق کے عقیدت کی خوشبو میں رچے ہوئے سارے پھول اس جہان بہار کے حضور نذر کر دیئے ہیں اور اپنے میکدۂ دل کے محبت سے لبالب بھرے ہوئے جام اس رونق بزم کے نام پر لنڈھا دیئے ہیں۔ شبلیؒ نے عمر بھر میں جو علم کے موتی چنے، ادب کے نگینے جمع کئے اور نثر و نظم کے جواہر پارے اکٹھے کئے، ان سب کو طشت دل میں سجایا اور جا کر سرور کائنات ﷺ کی جناب میں الٹا دیا، کہ یہی ان کی مراقبہ و مشاہدہ کی کل متاع تھی جو انہوں نے ٹھکانے لگا دی۔

ایک شبلیؒ پر کیا موقوف، اس بارگاہ عرش پایہ گاہ میں غزالیؒ اپنی تلقین، رازیؒ اپنا پیچ و تاب، فارابیؒ اپنی حیرت، بوعلی سیناؒ اپنی حکمت، رومیؒ اپنا سوز و ساز اور قدسیؒ اپنا انداز نثار کر بیٹھے۔ آج جمشید و فریدوں ہوتے تو اپنا جام جہاں نما بلا تکلف سفال مدینہ پر قربان کر دیتے اور دارا و سکندر اپنے تاج سر اور تخت سکندری پر مدینے کی چاکری کو ترجیح دیتے۔ تاجدار "الفقر فخری" کی سرکار میں جنیدؒ و بایزیدؒ کبھی اونچی سانس نہ لے سکے۔ وہ بارگاہ عالم پناہ جہاں طائر سدرہ نشیں مرغ سلیمان عرب بن کر مژدۂ بلقیس شفاعت لائے۔ اس ذات کی محفل قدس کا کیا کہنا جس کا دود چراغ ہمیشہ غازۂ روئے قمر ٹھہرا۔ اس چمنستان حسن کی کیا بات ہے جس کا ہر گل و ریحان لوث خزاں سے پاک رہا۔ اس دریائے رحمت کا کیا بیان کہ کوثر و تسنیم جس کی دو بوندیں قرار پائیں، اور اس چشمہ بقا کی حد کمال کہاں کہ جس کے تلووں کا دھوون آب حیات بن گیا۔ سچی بات تو یہ ہے کہ دنیا کا بڑے سے بڑا مضمون نگار خواہ سو رنگ سے مضمون باندھے اور ہر رنگ میں سو ڈھنگ اپنائے پھر بھی وہ یہ نہیں سمجھ پائے گا کہ

تو کائنات حسن ہے یا حسن کائنات

جناب رسالتمآب ﷺ نے جس ٹھوس عقیدے اور جامع نظام کی بنیاد رکھی وہ تاریخ انسانی کا عظیم ترین اور ہمہ گیر انقلاب ہے۔ اگرچہ یک رخے انقلاب کئی آئے اور اپنی پوری مدت پوری کر کے چلتے بنے۔ بہت کم ایسا ہوگا بلکہ معلوم تاریخ میں قطعاً ایسا نہیں ہوا کہ تیس برس کے قلیل عرصے میں دس بیس افراد نہیں پوری سوسائٹی اپنے مزاج اور کردار میں ایسی تبدیلی پیدا کر لیتی ہے کہ جزیرہ نمائے عرب سے باہر کی دنیا ایک نئے انسان سے متعارف ہوتی ہے۔ اس انقلاب سے پہلے عرب کا بدو راہزن تھا اب راہبر کے منصب پر فائز ہو گیا۔ اس سے پہلے وہ قتل و غارت کا خوگر تھا اب وہ عفو و رحمت کا پیمبر بن گیا۔ اس سے پہلے وہ خود پرست تھا اب خدا پرست ہو گیا۔ اس سے پہلے وہ جاہلیت کا پیکر تھا اب وہ معرفت کے درس دینے لگا۔ اس سے پہلے وہ نسب اور خاندان کا اسیر تھا اب وہ بین الاقوامیت کا سفیر نظر آتا ہے اور اس سے پہلے وہ آتش بجاں تھا اب وہ گل بداماں دکھائی دیتا ہے۔

> آپؐ نے قبائلی عصبیت کا رخ موڑ کر اسے اسلامی عصبیت میں بدل دیا اور یوں ذاتی اغراض کی جنگ کو ختم کر کے کفر، باطل، ظلم، فساد اور طغیانی کے خلاف لوگوں کو مورچہ بند کر دیا

انقلاب فرانس کو دنیا میں ایک ممتاز مقام حاصل ہے۔ آج کی سائنسی ترقی کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ انقلاب فرانس کا فیض ہے، روشن خیالی کا چشمہ انقلاب فرانس سے پھوٹا، مگر اس دور انقلاب میں مارٹن لوتھر کے ساتھیوں پر کیا بیتی، اس پر تاریخ کے اوراق گواہ ہیں۔ عیسائیت کے تقدس اور تحفظ کے نام پر پورا یورپ "پھانسی گھر" بن گیا، گیلو اور برونو کی داستانیں آج بھی یورپ میں زبان زد عام ہیں۔

روس کا بالشویکی انقلاب بھی بلاشبہ بہت بڑا واقعہ

ہے مگر وہاں کے کسانوں اور مزدوروں نے اس کی کیا قیمت چکائی، یہ بھی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ ایک لاکھ چھیانوے ہزار مزدور اور آٹھ لاکھ نوے ہزار کسان اس انقلاب کے تنور کا ایندھن بنے، اور سٹالن نے اپنے دور حکومت میں تیس ہزار سرکاری ملازمین مروائے۔ اور

کر فتح مکہ پر اپنا سفر مکمل کرتا ہے۔ مگر اس عرصے میں اتنا خون بھی نہیں بہا جتنا کہ روزانہ کسی بڑے ہسپتال میں صحت پانے کی غرض سے آپریشن کے دوران بہہ جاتا ہے۔

اس انقلاب کی ایک اور خوبی بھی ہے کہ وہ

کہ مذہبی آداب وشعائر تک میں اجتماعیت کا رنگ غالب کر دیا اور یوں آنے والے وقتوں میں بین الاقوامی اداروں کی تشکیل کی راہ ہموار کردی۔ گلے سڑے معاشرے میں حیات افروز رجحانات کو فروغ دے کر سوسائٹی میں امن، اخوت، ایثار، عدل، اطاعت اور روحانیت کی لہر دوڑادی۔

روس کا بالشویکی انقلاب بھی بلاشبہ بہت بڑا واقعہ ہے مگر وہاں کے کسانوں اور مزدوروں نے اس کی کیا قیمت چکائی، یہ بھی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ ایک لاکھ چھیانوے ہزار مزدور اور آٹھ لاکھ نوے ہزار کسان اس انقلاب کے تنور کا ایندھن بنے

سائبیریا کے یخ بستہ جہنم کے چرچے شکست روس تک عام رہے۔ کچھ پردے اب اٹھ رہے ہیں، اور معلوم ہو رہا ہے کہ اس انقلاب نے گندم کے ایک ایک دانے کے عوض ایک ایک انسانی جان کی قیمت وصول کی ہے اور تن ڈھانپنے کے بدلے میں لباس عصمت تار تار کیا ہے۔

جرمن قوم آج بھی نسلی تفاخر کے نشے میں دھت ہے۔ اسی نسلی گھمنڈ نے ہٹلر کو جرمنوں کی آنکھ کا تارا بنایا، اور اس نے عظمت رفتہ کی بحالی کا نعرہ لگایا۔ اور یہی نعرہ جنگ عظیم دوم کا پہلا شعلہ بنا، اور یہ شعلہ آگ کا وہ الاؤ ثابت ہوا جس میں 70 لاکھ انسان جل کر کوئلہ ہو گئے۔ اور اتنی ہی تعداد زخم چاٹنے والوں اور معذوروں کی سامنے آئی۔ ہٹلر کی آپ بیتی ''کیمف'' یعنی میری جدوجہد کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس کے ایک ایک لفظ کے لئے 125، ہر صفحے کے لئے 4700 اور ہر باب کے لئے بارہ لاکھ جانیں ضائع ہوئیں، اور اس سب کا حاصل؟ خودکشی، رسوائی اور پسپائی۔

چین کا کمیونسٹ انقلاب بھی بہت بڑا انقلاب ہے مگر لانگ مارچ سے لے کر تیان من سکوائر تک پھیلے ہوئے لاشوں کے ڈھیر اس انقلاب کی ''افادیت'' کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

ان سب کے مقابلے میں ایک انقلاب محمدی ﷺ ہے جو اپنے جلو میں بشریت کا لہو نہیں انسانیت کی آبرو لے کر آیا۔ اس کے برپا ہونے سے موت کا اندھیرا نہیں چھایا بلکہ زندگی کا سویرا طلوع ہوا۔ اس نے کشتوں کے پشتے نہیں لگائے بلکہ حسن ومحبت کے بوٹے اگائے۔ وہ کسی جنگ عظیم کا پیش خیمہ نہیں بنا بلکہ کاروان امن کا ہراول دستہ ثابت ہوا۔ یہ قافلۂ انقلاب دار ارقم سے نکل

حالات بظاہر انقلاب کے لئے سازگار اور اس کے متقاضی نہیں تھے۔ یوں لگ رہا تھا کہ چار ہزار سال سے تعمیر کیا گیا تہذیب کا وہ قصر مشید دھڑام سے گرنے والا ہے اور انسانی سوسائٹی اس میں دب کر آنے والی کئی صدیوں تک چیختی کراہتی رہے گی۔

اس دور میں جزیرۃ العرب اعتقادی، سیاسی، معاشرتی، معاشی اور تہذیبی اعتبار سے نا قابل رشک کیفیت سے گزر رہا تھا۔ عرب اعتقادی طور پر بالکل نچلی سطح پر پہنچ چکے تھے۔ اس سے آگے شرف انسانی کی توہین کی کوئی منزل نہیں تھی۔ ملائکہ پرستی، جنات پرستی، بت پرستی، ستارہ پرستی، نجانے کتنی ''پرستیاں'' انہیں جونک کی طرح چمٹی ہوئی تھیں۔ ہر قبیلے کا الگ بت اور ہر ایک کا جداگانہ طرز پرستش۔

عرب بلاشبہ شجیع تھے مگر شجاعت پر سنگدلی کا گمان گزرتا تھا۔ عرب قادر الکلام تھے مگر زیادہ تر ہجو یہ اشعار میں اپنا زور صرف کرتے تھے۔ وہ جفاکش تھے مگر ساتھ ساتھ برادر کش بھی۔ وہ مہمان نواز تھے مگر ان کا دسترخوان زیادہ تر چوری اور راہزنی کے اسباب سے سجا ہوتا تھا۔ ان کی سیاست میں انفرادیت کا رجحان تھا۔ کوئی مرکزی نظم نہ تھا۔ کوئی باقاعدہ نظام عدل وانصاف بھی نہ تھا۔ سارا معاشرہ قبائلی فضا میں سانس لے رہا تھا۔ جس کے نتیجے میں ایک طرح کی طوائف الملوکی تھی۔

اعتقادی پستی کے اس ماحول میں حضور ﷺ نے عقیدۂ توحید پر مبنی انقلابی نظام قائم کر کے وحدت انسانی کا سنگ بنیاد نصب فرمادیا۔ انفرادیت پسندی اور خود پرستی کی اس فضا میں اجتماعی نظم اور خدا پرستی کا نمونہ پیش کیا حتیٰ

قبائلی عصبیت کا رخ موڑ کر اسے اسلامی عصبیت میں بدل دیا اور یوں ذاتی اغراض کی جنگ کو ختم کر کے کفر، باطل، ظلم، فساد اور طغیانی کے خلاف لوگوں کو مورچہ بند کر دیا۔ اس طرح نفرت کا ہدف انسان کے بجائے اس میں پائی جانے والی برائی کو بنا دیا، تاکہ اس برائی کے خلاف جہاد کر کے انسان کو اس کے مقام انسانیت سے آگاہ کیا جاسکے۔ آج دنیا یو این او کے چارٹر سے آگاہ ہے، جنیوا کنونشن بھی موجود ہے۔ فنڈامنٹل رائٹس کے کمیشن بھی دنیا بھر میں کام کر رہے ہیں۔ نت نئے ورلڈ آرڈر بھی متعارف ہو رہے ہیں۔ نیوسوشل کنٹریکٹ کی باتیں بھی ہوتی ہیں، اور لوگ نیشنلزم سے انٹرنیشنلزم کی طرف بڑھ رہے ہیں، لیکن یہ سب کچھ خواب وخیال ہوتا، اور وہم وگمان ہوتا اگر قدیم و جدید کے سنگم پر وہ ذات ستودہ صفات تشریف فرما نہ ہوتی جس نے عہد قدیم کو پاش پاش ہونے سے بچالیا اور عصر جدید کو نئے خطوط فراہم کر کے آگے بڑھنے کے قابل بنا دیا۔

آیئے کائنات کو جس طرح ہزاروں برس پہلے مرحلہ انتظار سے گزرنا پڑا تب جا کر معنی دیریاب نصیب ہوا، اسی طرح آج بھی قافلہ ہائے رنگ وبو کو اپنی تلاش کا سفر جاری رکھنا پڑے گا، حرف ولفظ کے اسیر جلوتیان مدرسہ اور تہی سبو خلوتیان میکدہ کو اتنی جلد فیضان انقلاب محمدی ﷺ کے تمام پہلوؤں کا ادراک حاصل نہیں ہوسکے گا۔ زمانہ ابھی کئی کروٹیں لے گا۔ غنچے سے کلی اور کلی سے پھول بننے میں ابھی کئی مراحل پڑے ہیں اور شعور انسانی کو مزید مصفی اور مجلی ہونا ہوگا، تب اس کی سمجھ میں آئے گا کہ

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب
گنبد آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب
عالم آب و خاک میں تیرے ظہور سے فروغ
ذرۂ ریگ کو دیا، تو نے طلوع آفتاب

(ماخوذ: فکر اسلامی، صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی)

بھارت کی پاکستان دشمنی!

خلافت فورم میں پینل انٹرویو

مہمانِ گرامی: جناب حافظ محمد سعید (امیر جماعۃ الدعوۃ)

میزبان: ایوب بیگ مرزا، وسیم احمد

سوال: قیام پاکستان کے بعد قائداعظم نے ایک انٹرویو میں کہا تھا کہ پاک بھارت تعلقات، امریکہ اور کینیڈا جیسے ہوں گے۔ ہماری موجودہ حکومت قائداعظم کے نظریات کی روشنی میں انڈیا سے بہتر تعلقات استوار کر کے اسے MFN کا درجہ دینا چاہتی ہے تو اس پر دینی طبقہ معترض کیوں ہے؟

حافظ محمد سعید: اگر ہم مجموعی طور پر قائداعظم کے ویژن کو دیکھنا چاہتے ہیں تو ہمیں اُن کے کردار اور خاص طور پر قیام پاکستان کے حوالے سے اُن کے کام کو دیکھنا ہوگا۔ ممکن ہے کہ کسی خاص پہلو سے قائداعظمؒ نے امریکہ اور کینیڈا کے تعلقات کا حوالہ دیا ہو۔ لیکن پاکستان اور بھارت کے تعلقات کے حوالے سے اگر ہم قائداعظم کی بات کریں تو میں یہاں یہ حوالہ دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ علامہ اقبالؒ نے جو دوقومی نظریہ پیش کیا تھا اُس کی عملی طور پر سب سے زیادہ وکالت قائداعظم نے کی تھی۔ ہندوستان میں پاکستان اُسی دوقومی نظریہ کی بنیاد پر ہی معرضِ وجود میں آیا تھا جسے آج ہم نظریۂ پاکستان کا نام بھی دیتے ہیں۔ دوقومی نظریے کا مطلب ہی یہی تھا کہ ہندو اور مسلمان نہ صرف دو علیحدہ علیحدہ قومیں ہیں بلکہ اُن کے ذاتی مفادات بھی ایک دوسرے سے قطعی مختلف ہیں۔ قائداعظم نے اپنی ساری جدوجہد اسی دوقومی نظریے کی بنیاد پر کی تھی۔ پاکستان اور بھارت کی صورت میں دو الگ الگ ریاستوں کا قیام اسی لئے عمل میں لایا گیا تھا کہ یہ دونوں قومیں اکٹھی نہیں رہ سکتیں۔ اگر اسلامیان ہند کو اس بات پر قائل نہ کیا جاتا تو پاکستان کبھی معرضِ وجود میں نہ آسکتا تھا۔ یہی وہ نقطہ ہے جس پر پاکستان بنا ہے اور ان شاء اللہ اسی پر باقی بھی رہے گا۔ افسوس ناک بات یہ ہے کہ آج یہ جو MFN کا ایشو بڑے زور و شور سے چل رہا ہے، اس میں سب سے زیادہ مجروح دوقومی نظریہ ہی ہو رہا ہے اور اس سے نظریہ پاکستان پر زد پڑ رہی ہے۔ (حافظ صاحب، میرے خیال میں آپ نے سوال کا نہایت واضح اور مدلل جواب دے دیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات بھی ناظرین کے سامنے آ جائے کہ قائداعظم جو نہایت کھرے، سچے اور صاف نیت انسان تھے، سمجھتے تھے کہ اس وقت ہندوستان کی تقسیم کا معاملہ چل رہا ہے جس کی بنا پر ہندو اور مسلمان ایک دوسرے کے ساتھ متصادم ہیں۔ لیکن جب پاکستان معرضِ وجود میں آ جائے گا تو پھر جھگڑا ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گا، اور پھر یہ دونوں ممالک ایک اچھے ہمسایے کی طرح ایک دوسرے کے ساتھ رہیں گے۔

> **ہندوستان نے آج تک پاکستان کو دلی طور پر تسلیم نہیں کیا۔ بھارت کو MFN قرار دینے سے دوقومی نظریہ مجروح ہوگا**

درحقیقت اُس وقت کے کانگریسی لیڈر مسلمانوں کو دھوکہ میں رکھنا چاہتے تھے۔ کیبنٹ مشن پلان کے حوالہ سے پنڈت نہرو نے کہا تھا کہ دس سال بعد دیکھیں گے کہ کون کس کو علیحدہ ہونے دیتا ہے۔ اس بیان سے پنڈت نہرو بلکہ ساری ہندو قیادت کی بدنیتی کا اظہار ہوتا ہے یعنی کیبنٹ مشن کو تسلیم کرنے کے باوجود اُن کی اس پر عمل درآمد کرنے کی نیت نہیں تھی۔ اس جملہ کو بنیاد بنا کر قائداعظم نے کیبنٹ مشن سے علیحدگی کا اعلان کر دیا تھا۔ ایوب بیگ مرزا)

سوال: محترم حافظ صاحب! یہ بتائیے کہ پاکستان اور بھارت کے درمیان تنازعات کی جڑ کیا ہے؟

حافظ محمد سعید: درحقیقت ہندوستان نے آج تک پاکستان کو تسلیم نہیں کیا۔ بھارت کی ہمیشہ سے یہ کوشش رہی ہے کہ کسی طرح پاکستان کے وجود کو ختم کیا جائے۔ جب مشرقی پاکستان میں بھارت نے فوج کشی کر کے ایک سازش کے ذریعہ اُسے پاکستان سے علیحدہ کیا تو بھارت کی وزیراعظم اندرا گاندھی نے پارلیمنٹ میں خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ ”آج ہم نے نظریہ پاکستان کو خلیج بنگال میں ڈبو دیا ہے۔“ اس کا واضح مطلب یہ تھا کہ اب پاکستان کے وجود کی کوئی حقیقت باقی نہیں ہے۔ لہٰذا پاکستان کے خلاف انڈیا جو بھی کارروائی کرے گا اُسے حق بجانب سمجھا جائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان باتوں کو ریکارڈ پر لانا چاہیے۔ ملکوں کے درمیان جھگڑوں کے بعد صلح صفائی بھی ہو جاتی ہے۔ لیکن کیا آج تک آپ نے دیکھا کہ بھارت اور پاکستان کے درمیان کسی تنازعے پر کبھی صلح صفائی ہوئی ہو، کیونکہ بھارت یہ سمجھتا ہے کہ پاکستان کو بھارت سے علیحدہ نہیں ہونا چاہیے تھا۔ گاندھی بھی شروع میں ہندو مسلم بھائی بھائی کے نعرے لگاتا تھا۔ لیکن قائداعظم اور اُس وقت کے اکابرین نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ ہمارے بھائی وہ ہیں جو کلمہ گو ہیں خواہ وہ دنیا کے کسی بھی خطے میں بستے ہوں۔ اسی عقیدہ کو علامہ اقبال اور قائداعظمؒ نے لوگوں کے دلوں میں بہترین انداز میں پیوست کر دیا۔ اسی طرح مشرقی پاکستان سے پہلے بھارت نے ایک سازش کے ذریعہ کشمیر میں فوج کشی کی تھی۔ جونا گڑھ اور مونا باؤ کے نوابوں نے بھی پاکستان سے الحاق کا اعلان کیا تھا لیکن بھارت ان علاقوں پر غاصبانہ قبضہ کر لیا۔ اسی طرح حیدر آباد مسلم اکثریت کا علاقہ تھا اور یہ اُن کا حق تھا کہ وہ پاکستان کے ساتھ شامل ہوں، لیکن بھارت نے زبردستی فوج کشی کر کے اِن تمام علاقوں کو پاکستان سے علیحدہ کر دیا۔ پاکستان نے ان علاقوں کے چھن جانے اور ناانصافیوں کے باوجود صرف ایک کشمیر ایشو پر اسٹینڈ لیا تھا۔ قائداعظمؒ نے اس وقت کے جنرل ڈگلس گریسی کو کشمیر میں حملہ کا حکم دیا تھا، جسے اُس نے ماننے سے صاف انکار کر دیا تھا۔ لیکن اُس وقت وزیرستان کے قبائلی زعماء نے نہایت اہم کردار ادا کیا تھا۔ افسوس کی بات ہے کہ آج وہی وزیرستان ہمارے لیے بہت بڑا مسئلہ بنا ہوا ہے۔ وزیرستان اور فاٹا کے لوگوں نے اس وقت یہ فیصلہ کیا تھا کہ کشمیر کو پاکستان کا حصہ بننا چاہیے۔ چنانچہ انہوں نے انڈین افواج سے لڑ کر موجودہ آزاد کشمیر کا علاقہ آزاد کرایا۔

سوال: حافظ صاحب! ہمارا دشمن بھارت کس کس انداز سے ہماری پیٹھ میں خنجر گھونپتا رہا ہے۔ حیدر آباد دکن نے پاکستان کے ساتھ اپنے الحاق کا اعلان کر دیا تھا، لیکن 11 ستمبر 1948ء کو قائداعظم کا انتقال ہوا تو بھارت نے اُسی دن حیدر آباد دکن پر فوج کشی کر دی؟

حافظ محمد سعید: اسی طرح پانی کے معاملے پر بھارت نے پاکستان کو ہمیشہ دغا دیا ہے۔ بھارت کا شروع سے منصوبہ تھا کہ کشمیر پر اپنا قبضہ مستحکم کرنے کے بعد پاکستان کا پانی روکنے کے لیے ڈیم بنائے گا، کیونکہ پاکستان کا تمام پانی کشمیر سے آتا ہے۔ 11 ستمبر کے واقعہ کے بعد جب امریکہ اور نیٹو اپنی فوجیں لے کر افغانستان آ گئے تو

پاکستان اُس وقت شدید دباؤ میں تھا۔ بھارت نے اس موقع سے فائدہ اُٹھا کر اِن گیارہ سالوں میں 62 ڈیم مکمل کر لیے جو کہ سندھ طاس معاہدہ کی کھلم کھلا خلاف ورزی ہے۔

سوال: کیا پاک بھارت تنازعات کا حل مذاکرات کے ذریعے ممکن ہے یا بھارت کے خلاف جہاد ہی تمام مسائل کا حل ہے؟

حافظ محمد سعید: دُنیا میں مذاکرات کے ذریعہ مسائل حل کیے جاتے ہیں۔ مذاکرات کے ذریعے قوموں کے درمیان معاملات سلجھ جاتے ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ماضی میں بھارت کا پاکستان کے ساتھ کیا معاملہ رہا ہے۔ مذاکرات کے ذریعے بھارت نے ہمیشہ اپنے ناجائز قبضوں کو مستحکم کرنے کی کوشش کی ہے۔ کشمیر کے معاملے میں دیکھیں، بھارت نے آج تک کشمیریوں کو یہ حق نہیں دیا ہے کہ وہ اپنی قسمت کا فیصلہ کر سکیں کہ وہ کس ملک کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں۔ بھارت نے کشمیر پر قبضہ کرنے کے بعد اُسے اپنا اٹوٹ انگ قرار دے دیا اور اپنے آئین میں ترمیم کر کے کشمیر کو اپنے ملک کا حصہ بنا دیا۔ بھارت کا یہ رویہ سلامتی کونسل کے سامنے ایک بغاوت کی حیثیت رکھتا ہے۔ اسی طرح بھارت نے سیاچن اور کارگل کی چوٹیوں پر جو پاکستان کی تھیں زبردستی قبضہ کیا تھا۔ میں بھارت کو چیلنج کرتا ہوں کہ وہ آج تک بھارت کا ایک انچ کا حصہ ہی دکھائے جس پر پاکستان نے قبضہ کیا ہو۔ اسی طرح پاکستان کی تقسیم کے معاملے میں بھی ریڈ کلف کمیشن نے مکمل بددیانتی کا مظاہرہ کیا تھا۔ گورداس پور کا وہ علاقہ جو بھارت کو کشمیر کے ساتھ جوڑتا ہے اُس حصہ کو بددیانتی کے ساتھ بھارت میں شامل کر دیا تھا جب کہ گورداس پور پاکستان میں شامل ہونا چاہیے تھا۔ بھارت کا رویہ شروع سے پاکستان کے ساتھ جارحانہ رہا ہے جبکہ پاکستان کا رویہ ہمیشہ سے بھارت کے ساتھ فدویانہ رہا ہے۔

سوال: حافظ محمد سعید صاحب! آپ بھارت سے تنازعات کے حال کا کیا فارمولا پیش کریں گے۔ بھارت کے ساتھ ہمارے تعلقات چین او ر ایران جیسے کیوں نہیں ہو سکتے؟

حافظ محمد سعید: بھارت کے ساتھ پاکستان کا سب سے بڑا تنازعہ کشمیر ہے۔ کشمیر کے معاملے میں پاکستانی حکومت پر سفارتی سطح پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ دنیا کو صحیح حقائق سے آگاہ کرے اور کشمیر کے لوگوں کو اس بات پر راضی کیا جائے کہ وہ سیاسی جدوجہد کریں۔ بھارت نے لاکھوں کشمیریوں کو آزادی کے مطالبے پر نہ صرف شہید کیا ہے بلکہ بہت سے لوگوں کو جیلوں میں بند کر رکھا ہے۔ اگر انڈیا اپنے مظالم سے باز نہیں آتا تو پھر کشمیریوں کا بندوق اُٹھانا جائز ہے۔ انڈیا کی مکاری دیکھیں، چند دن پہلے بھارتی فوجیوں نے پاکستانی چوکیوں پر حملہ کر کے ہمارے ایک فوجی جوان کو شہید کر دیا اور دو دن بعد انڈیا نے اس کا الزام اُلٹا پاکستان پر لگا دیا کہ پاکستان نے پہلے ہمارے دو فوجیوں کو مارا تھا۔

> 9/11 واقعے کے بعد پاکستان دباؤ میں تھا۔ بھارت نے اس موقع سے فائدہ اُٹھا کر گیارہ سالوں میں 62 ڈیم تعمیر کیے جو سندھ طاس معاہدے کی کھلم کھلا خلاف ورزی ہے

سوال: آپ کے خیال میں جہاد کشمیر اور جہاد افغانستان میں کیا فرق ہے؟ آپ کشمیر میں بہت متحرک اور فعال نظر آتے ہیں، لیکن کیا وجہ ہے کہ جہاد افغانستان میں جماعۃ الدعوۃ کی دلچسپی نظر نہیں آتی؟

حافظ محمد سعید: کشمیر پر بھارت نے جارحیت کی ہے اور افغانستان پر امریکہ نے جارحیت کی ہے۔ لہٰذا دونوں جارح ہیں۔ نہ تو بھارت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کشمیر پر فوج کشی کرے اور نہ ہی امریکہ اور نیٹو کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ افغانستان پر فوج کشی کرے۔ ہم کشمیری اور افغان مجاہدین کی مکمل حمایت کرتے ہیں، کیونکہ یہ مجاہدین اپنے اپنے علاقوں سے طاغوتی قوتوں کو نکالنے کی جدوجہد کر رہے ہیں۔ ہمارا پورا سال دفاعِ پاکستان کے بینر تلے افغانستان سے امریکی فوجوں کے انخلاء کی جدوجہد

> بھارت کا پاکستان کے ساتھ رویہ ہمیشہ جارحانہ جبکہ پاکستان کا بھارت کے ساتھ رویہ ہمیشہ فدویانہ رہا ہے

کے حوالے سے پاکستان کی سڑکوں پر گزرا ہے۔ لہٰذا ہم افغانستان کی مظلوم عوام اور مجاہدین کی بھی مکمل تائید اور سپورٹ کرتے ہیں۔

سوال: افغانستان پر امریکی حملے کے وقت دینی جماعتوں کا اتحاد دفاعِ افغان کونسل کے نام پر بنا تھا۔ الیکشن کے انعقاد کے وقت اس اتحاد نے ایم ایم اے کی شکل اختیار کر لی تھی۔ اس وقت عوام میں یہ تاثر پایا جاتا ہے کہ جو دفاعِ پاکستان کونسل بنی ہے یہ اتحاد بھی آئندہ الیکشن میں انتخابی اتحاد کی شکل اختیار کرے گا۔ آپ اس بارے میں کیا کہیں گے؟

حافظ محمد سعید: عوام میں خدشات تو پہلے بھی تھے اور اب بھی رہیں گے، کیونکہ ہمارے سامنے ایم ایم اے کا تجربہ ہے۔ لیکن اکتوبر 2011ء میں دفاعِ پاکستان کونسل کی تشکیل کے موقع پر ہی یہ بات ہم نے طے کر دی تھی کہ دفاعِ پاکستان کونسل کو صرف دفاعی معاملات پر ہی مرکوز رکھا جائے گا۔ اگر کسی نے انتخابات کے لیے اتحاد بنانا ہے اور الیکشن میں حصہ لینا ہے تو وہ ضرور حصہ لیں لیکن وہ کسی اور سیاسی فورم سے ایسا کر سکتے ہیں۔ دفاعِ پاکستان کونسل کے پلیٹ فارم سے کسی جماعت کو الیکشن لڑنے کی اجازت نہیں ہوگی ۔ دفاعِ پاکستان کونسل صرف اور صرف پاکستان کی نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کرے گی۔

سوال: اس میں کوئی شک نہیں کہ بھارت ہمارا ازلی دشمن ہے۔ ایک موقع پر سونیا گاندھی نے کہا تھا کہ ثقافتی لحاظ سے ہم نے پاکستان کو فتح کر لیا ہے۔ کیا یہ بات درست ہے۔

حافظ محمد سعید: اس میں کوئی شک نہیں کہ پاکستان میں ایک طبقہ ایسا ہے جو بھارتی گانے، فلمیں اور بھارت سے دوستی وغیرہ کے راگ الاپتا رہتا ہے لیکن یہ حقیقت بھی اپنی جگہ ہے کہ پاکستان میں بیشتر لوگ وہ ہیں جو انڈیا کے کردار سے پوری طرح آگاہ ہیں اور انڈیا کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں۔ میں سونیا گاندھی کی اس بات سے متفق نہیں ہوں کہ وہ پاکستان کو ثقافتی طور پر فتح کر چکے ہیں۔ وہ ان شاءاللہ پاکستان کو کبھی فتح نہیں کر سکیں گے۔

سوال: ڈاکٹر اسرار احمدؒ یہ فرمایا کرتے تھے کہ پاکستان میں اسلام کا نظامِ عدلِ اجتماعی یعنی قرآن وسنت کا نظام نافذ ہو جائے تو پھر ہم بھارت کے ساتھ تعلقات قائم کر سکتے ہیں کیونکہ اس طرح ہم بھارت کے اندر قرآن وسنت کی تعلیمات کے ذریعہ سے تلوار کے بغیر بھی انقلاب برپا کر سکیں گے۔ لیکن اس کے لیے پہلے ہمیں خود صحیح معنوں میں مسلمانوں بننا ہوگا کیونکہ ناچ گانے میں تو ہم ہندو سے زیادہ آگے نہیں جا سکتے۔ ناچ گانا تو اُن کے مذہب میں شامل ہے اور ہمارے مذہب میں ناچ گانا حرام ہے۔ آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے؟

حافظ محمد سعید: یہ بات تو بالکل فرض کی حیثیت رکھتی ہے۔ کیونکہ اگر فرض ادا نہ ہو تو پھر فسق و فجور پھیلتے ہیں جیسے ہم آج اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ پاکستان کے تمام مسائل کی بنیاد یہ ہے کہ ہم نے پاکستان کو ایک اسلامی ریاست نہیں بنایا۔ ہم نے اسلام کو پاکستان کے اندر بحیثیت نظام حکومت نافذ نہیں کیا۔ اس بات کی میں مکمل تائید کرتا ہوں کہ ہمیں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے

ہم کشمیری اور افغان مجاہدین کی مکمل حمایت کرتے ہیں کیونکہ یہ مجاہدین
اپنے اپنے علاقوں سے طاغوتی قوتوں کو نکالنے کی جدوجہد کر رہے ہیں

دین کو پاکستان میں نافذ کرنا چاہیے، تب مسائل حل ہوں گے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ میری گزارش یہ بھی ہے کہ سرحدی حوالے سے کشمیر اور پانی کے مسائل بھی حل ہونے چاہئیں اور یہ مسائل تب حل ہوں گے جب ہم اپنے قدموں پر جم کر کھڑے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تم اگر اللہ تعالیٰ یعنی اُس کے دین کی مدد کرو گے تو وہ تمہارے قدموں کو مضبوط کرے گا۔ لہٰذا ہم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی اس بات کی پہلے بھی تائید کرتے تھے اور آج بھی تائید کرتے ہیں کہ ہمارے تمام مسائل شریعت سے دوری کی وجہ سے ہیں اور تمام مسائل کا حل شریعت کے نفاذ میں ہے۔ جس کے لیے ڈاکٹر اسرار احمدؒ صاحب تمام عمر کوشش کرتے رہے۔ اب جو بین الاقوامی منظر بن رہا ہے اُس کے مطابق امریکہ افغانستان سے بدترین شکست کھا کر اس خطہ سے نکلنے پر مجبور ہو رہا ہے، اور ان شاء اللہ اس کا سب سے زیادہ فائدہ پاکستان کو حاصل ہوگا، کیونکہ وسط ایشیا اور خلیج کے درمیان واحد با اعتماد راستہ پوری دنیا کے لیے پاکستان ہی ہے۔ اس حوالے سے بلوچستان کو مستقبل میں بنیادی حیثیت حاصل ہوگی۔ امریکی انخلاء کے بعد ہم ان شاء اللہ اقتصادی طور پر مضبوط ہوں گے۔ 9/11 کو بہانہ بنا کر امریکہ اور اس کے گماشتوں نے افغانستان پر حملہ کر دیا۔ لیکن اصل بات یہ تھی کہ انہیں افغانستان میں اسلامی حکومت برداشت نہیں ہو رہی تھی۔ ان شاء اللہ جلد امریکہ کی شکست سے پاکستان ایک مضبوط ملک بن کر کھڑا ہوگا۔

سوال: حافظ صاحب! آپ نے بلوچستان کا ذکر کیا ہے۔ اگرچہ بھارت کی سرحد براہِ راست بلوچستان کے ساتھ نہیں لگتی، لیکن وہ بلوچستان میں افغانستان کے راستے دراندازی کر رہا ہے۔ آپ اس معاملے کو کس انداز سے دیکھتے ہیں؟

حافظ محمد سعید: اس حوالے سے دو دلیلیں میرے پاس موجود ہیں۔ پاکستان کے ایک اعلیٰ فوجی عہدیدار نے پارلیمنٹ کے ان کیمرہ اجلاس میں یہ بات کہی ہے اور اس کے ثبوت فراہم کیے ہیں کہ انڈیا بلوچستان کے اندر باقاعدہ مداخلت کر رہا ہے۔ بلوچستان میں اس وقت جو ٹارگٹ کلنگ ہو رہی ہے وہ درحقیقت افغانستان کے راستے بھارت کروا رہا ہے۔ ہمارے وزیر داخلہ رحمان ملک نے اپنے حالیہ دورۂ بھارت سے واپسی پر اسلام آباد ائیرپورٹ پر پریس کانفرنس کرتے ہوئے کہا کہ میں نے بھارت کو بلوچستان میں دراندازی کے تمام ثبوت فراہم کر دیے ہیں۔ یہ بات تو اب ڈھکی چھپی نہیں رہی ہے کہ بھارت بلوچستان میں تخریب کاری میں ملوث ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ پاکستان اور بھارت کی پالیسی میں واضح فرق ہے۔ بھارت کا معاملہ یہ ہے کہ پاکستان کے حوالے سے چھوٹی سے چھوٹی بات کو بھی وہ بڑھا چڑھا کر پیش کرتا ہے۔ لیکن پاکستان کا معاملہ یہ ہے کہ یہ جانتے ہوئے بھی کہ یہاں جو کچھ ہو رہا ہے وہ بھارت کروا رہا ہے، ہم دہشت گردی کے ہر واقعہ پر تحریک طالبان کا نام لے لیتے ہیں۔ درحقیقت یہ ہماری کمزوری ہے۔

سوال: چند روز سے یہ خبر آرہی ہے کہ افواج پاکستان نے اپنی گرین بک میں انڈیا کی جگہ (TTP) تحریک طالبان پاکستان وغیرہ کو شامل کرلیا ہے کہ یہ اب ہمارے بڑے دشمن ہیں۔ آپ کے خیال میں کیا ایسا کچھ ہے؟

حافظ محمد سعید: میرا خیال ہے کہ ایسا نہیں ہے۔ اس بات کو درحقیقت BBC نے اچھالا ہے۔ افغانستان میں امریکی آمد کے بعد سے بھارت نے جس طرح اپنے کل پرزے نکالے اور امریکہ بھی اُسے پاکستان پر ایک نمبردار کی حیثیت دینا چاہتا ہے، اس حوالے سے افواج پاکستان نے اب یہ فیصلہ کیا ہے کہ وہ بھارت کے ساتھ صرف سرحدی حفاظت کے حوالے سے معاملات ہی نہیں دیکھے گی بلکہ اب پاکستان کے اندر بھی بھارت کی مداخلت مکمل طور پر ختم کی جائے گی۔ لہٰذا میرے خیال سے ایسی کوئی بات نہیں ہے۔

سوال: بھارت میں ہونے والی ہر تخریبی کارروائی اور دہشت گردی کے ہر واقعہ پر جماعۃ الدعوۃ اور لشکر طیبہ کا نام کیوں لیا جاتا ہے؟ اسی وجہ سے آپ انڈیا کو انتہائی مطلوب افراد میں سرفہرست ہیں۔ جبکہ ہماری عدالتیں آپ کو ہمیشہ باعزت بری کر دیتی ہیں۔ آخر یہ ماجرا کیا ہے؟

حافظ محمد سعید: دراصل بات یہ ہے کہ وہ ہمارا نام اس لیے لیتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ان کا نام ڈنکے کی چوٹ پر لیتے ہیں۔ چاہیے کشمیر کا ایشو ہو یا پانی اور ڈیموں کا معاملہ ہو، ہم نے ان تمام معاملات میں ایک تحریک کی صورت میں کام کیا ہے۔ چونکہ اس حوالے سے ہم میڈیا پر نمایاں ہوگئے ہیں، اس لیے وہ جوابی طور پر انڈیا میں ہونے والی ہر تخریبی کارروائی پر ہمارا نام لیتے ہیں۔

سوال: آج کل ''امن کی آشا'' پر بڑے زور و شور سے کام ہو رہا ہے۔ کیا امن کی آشا انڈیا اور پاکستان کے دو میڈیا گروپس کی اپنی پالیسی کا حصہ ہے یا پاکستان میں اسے فوج اور عوام کی حمایت بھی حاصل ہے؟

حافظ سعید: یہ حقیقت میں ایک سازش ہے۔ میں اسے پاکستان کے خلاف ایک سازش سمجھتا ہوں۔ اس سازش میں میڈیا اور دونوں اطراف کے کچھ لوگوں کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ اور ان تمام افراد کا ریموٹ کنٹرول بیرون ملک سازشی ہاتھوں میں ہے۔

سوال: اس وقت جو شیطانی اتحاد ثلاثہ امریکہ بھارت اور اسرائیل کی صورت میں بنا ہوا ہے اس حوالے سے اگر ہم بات کریں تو دیکھنے میں آتا ہے کہ بھارت کا میڈیا بڑے فعال اور مؤثر انداز میں پاکستان کے خلاف پروپیگنڈا کرتا ہے جبکہ ہمارا میڈیا نہایت سست ہے اور دب کر بات کرتا ہے۔ اس شیطانی اتحاد ثلاثہ کے حوالے سے یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ پاکستانی میڈیا یو ایس ایڈ وغیرہ کے نام پر بے انتہا اشتہار دے رہا ہے اور یہ امریکی اشتہارات پاکستانی میڈیا پر پرائم ٹائم میں چلتے ہیں اور ان اشتہاروں کی مد میں کروڑوں روپیہ میڈیا پر خرچ ہو رہا ہے۔ اس حوالے سے ہمارا میڈیا اپنا قومی فریضہ صحیح انداز میں ادا نہیں کر رہا ہے۔ آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے؟

حافظ محمد سعید: حق بات یہی ہے کہ اس وقت انڈیا کا میڈیا یک جہتی اور اتحاد کا مظاہرہ کر رہا ہے۔ قومی سطح پر اگر کوئی بات ہوتی ہے تو وہ ایک ہی مؤقف اختیار کرتے ہیں۔ افسوس کہ پاکستان کے میڈیا کی بات ایک نہیں ہوتی اور پاکستان کے مفاد کو پیش نظر نہیں رکھا جاتا۔ کم از کم اپنے ملک اور دین کے بارے میں تو ایسی بات مت کریں کہ اپنے ہاتھ کاٹ کر دشمنوں کے حوالے کر دیے جائیں۔ جیسا کہ آج کل ایک نیا شوشہ اُٹھا ہوا ہے کہ پڑھنے لکھنے کے سوا پاکستان کا مطلب کیا، جبکہ پاکستان کا بچہ بچہ جانتا ہے کہ پاکستان کا مطلب کیا لا الٰہ الا اللہ۔ اس تمام سازشی تحریک کا مقصد نظریۂ پاکستان کو مجروح کرنا ہے۔

(مرتب: وسیم احمد، محمد بدرالرحمٰن)

(قارئین: اس پروگرام کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی آفیشل ویب سائیٹ (www.tanzeem.org) پر خلافت فورم کے عنوان سے دیکھی جاسکتی ہے۔ پروگرام کے بارے میں اپنی آراء اور تجاویز (media@tanzeem.org) پر ارسال فرمائیں۔)

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

نصاب تزکیہ: انقلاب، جہاد، غلبہٴ دین

ضمیر اختر خان

دین اسلام تمام انسانوں سے تقاضا کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک مانیں۔ انبیاء علیھم السلام کے ذریعے جو ہدایت اللہ نے انسانوں کے لیے بذریعہ وحی بھیجی اور جس کی تکمیل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہوگئی، اسے قبول کریں، موت کے بعد زندگی کی تیاری کریں تاکہ وہاں ناکامی سے بچ سکیں۔ جو لوگ ان حقائق کو مان لیں وہ مسلم و مومن کہلاتے ہیں اور ان کی یہ ذمہ داری ہے کہ ختم نبوت کے بعد وہ تمام انسانوں کو یہ اصول سمجھائیں۔ ساتھ ہی دین اسلام اہل ایمان سے یہ بھی مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اس دین کو زندگی کے تمام شعبوں میں اختیار کریں۔ جب دین اسلام انفرادی واجتماعی زندگی کے جملہ معاملات پر حاوی ہو تو اس کو غلبہ و اقامت دین کہہ سکتے ہیں۔ جو لوگ دین اسلام کے غلبہ کی جدو جہد کریں وہ دراصل جہاد فی سبیل اللہ کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی اپنی زندگی میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شدید محبت ہونی چاہیے جس کا مظہر ذوق وشوق عبادت، ذکر الٰہی، اخلاص، اعلیٰ اخلاق و کردار ہے اور اس کی عمدہ مثالیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیاں ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق تربیت ہمارے لیے اسوہٴ حسنہ ہے۔ ہمارے ہاں تزکیہٴ نفس کے عنوان سے بہت سے مخلصین کام کر رہے ہیں۔ ان میں ایک نام جناب احمد جاوید کا بھی ہے۔ موصوف کی شگفتہ، دلنشین اور پُر تاثیر تحریریں ماہنامہ 'البرہان' لاہور کے ذریعہ ایک عرصے سے زیر مطالعہ رہی ہیں۔ البرہان کے دسمبر 2012ء کے شمارے میں ڈاکٹر محمد امین نے انکشاف کیا ہے کہ احمد جاوید نے ڈاکٹر اسرار احمد رحمہُ اللہ کی فکر سے متاثر ہو کر اپنے تزکیہ نفس کے پروگرام میں جذبہٴ انقلاب یا جذبہٴ جہاد کا اضافہ کیا ہے۔ انہوں (احمد جاوید صاحب) نے ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ سے ان کی زندگی میں اپنی کئی ملاقاتوں کا بھی تذکرہ کیا ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی فرمایا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کی ''خدمت قرآن کی قدر دانی کے باوجود ان کی تحریکی فکر سے ہمیشہ مجھے اختلاف رہا اور جس طرح وہ (ڈاکٹر صاحبؒ) اقامت دین کی اپنی تعبیر کو پورا دین بنا کر پیش کرتے تھے، اس سے میں کبھی اتفاق نہ کرسکا۔ اور نہ آج کرتا ہوں'' (البرہان دسمبر 2012 ص 5)۔ احمد جاوید نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے معاً فرمایا ''لیکن میں ان (ڈاکٹر صاحبؒ) کی للّٰہیت، اخلاص اور دینی حمیت کا قائل ہوگیا اور غالباً یہ ان کی للّٰہیت ہی کی قوت ہے جس نے ان کی وفات کے بعد بھی، مجھے اپنے سحر میں جکڑ لیا ہے۔ اور اب میں یہ کہہ رہا ہوں کہ غلبہٴ دین اور جذبہٴ جہاد بھی تزکیہ نفس کے پروگرام کا حصہ ہونا چاہیے اور اسے بھی تزکیہ نفس کا ضروری تقاضا سمجھا جانا چاہیے'' (البرہان ص 5)۔ یہ احمد جاوید کی بڑائی ہے کہ خود مرشد ہونے کے باوجود انہوں نے تزکیہٴ نفس کے پروگرام میں غلبہٴ دین کو شامل کرنے کا اعلان کیا ہے۔ ہم ان کے اس جرأت مندانہ اقدام کا خیر مقدم کرتے ہیں۔ البتہ ڈاکٹر محمد امین اور محترم احمد جاوید سے یہ ضرور عرض کرنا چاہتے ہیں کہ ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ کی فکر کو مکمل طور پر سمجھنے کے لیے ان کی کتب خاص طور پر مطالبات دین، فرائض دینی کا جامع تصور، منہج انقلاب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد بعثت، قرب الٰہی کے دو مراتب اور مروجہ تصوف یا سلوک محمدی؟ یعنی احسان اسلام، کا ضرور مطالعہ کریں۔ ان کتب کے مطالعہ سے احمد جاوید صاحب کی یہ غلط فہمی کہ ڈاکٹر اسرار احمدؒ اقامت دین کی اپنی تعبیر کو پورا دین بنا کر پیش کرتے تھے' رفع ہو جائے گی۔ اسی طرح ڈاکٹر محمد امین صاحب 'اسلام کی نشأۃ ثانیہ۔۔ کرنے کا اصل کام' کا اگر مطالعہ کرلیں تو ان کو اندازہ ہوگا کہ ڈاکٹر اسرار احمدؒ قرآن وسنت پر مبنی تعلیمی نظام کو کتنی اہمیت دیتے تھے۔ اس مختصر مگر جامع کتابچے کے ص 17 پر کرنے کا اصل کام' کے ذیل میں لکھتے ہیں ''......وقت کی اہم ترین ضرورت یہ ہے کہ ایک زبردست علمی تحریک ایسی اُٹھے جو سوسائٹی کے اعلیٰ ترین طبقات اور معاشرے کے ذہین ترین عناصر کے فکرو نظر میں انقلاب برپا کردے''۔ ڈاکٹر صاحب نے رجوع الی القرآن کی جو مہم 70 کی دہائی میں مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے قیام سے شروع کی تھی وہ اب پورے ملک میں اپنی بہاریں دکھا رہی ہے۔ ہم یہاں اپنے دونوں محترم بزرگوں جناب احمد جاوید اور ڈاکٹر امین کی خدمت میں یہ عرض کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب مرحوم ومغفور تزکیہ نفس اور تعلیم، دونوں کو بندگیٴ رب، شہادت علی الناس اور اقامت دین کے لازمی ذرائع گردانتے تھے۔ ان کے پیش نظر از روئے قرآن وسنت دین کا ہمہ گیر تصور تھا۔ وہ کہتے تھے کہ ''بندہٴ رب ہونے کی حیثیت سے مسلمانوں پر فرض عبادات بجالانا بھی لازم اور پوری زندگی میں اوامر ونواہی اور حلال وحرام کی پابندی بھی لازم ہے۔ پھر خاتم النبیین، آخرالرسلؐ کے امتی ہونے کی حیثیت سے دعوت وتبلیغ دین، شہادت علی الناس اور اقامت واظہار دین الحق کے لیے مجاہدہ اور حالات کے تقاضوں کے تحت مقاتلہ بھی ان کے فرائض منصبی میں شامل ہیں۔ مزید براں یہ کہ ان فرائض کی بجا آوری کے لیے سمع وطاعت کے اسلامی اصولوں پر التزام جماعت بھی دین کی ذمہ داریوں کے تقاضوں میں سے ایک اہم تقاضا ہے'' (قرب الٰہی کے دو مراتب ص 11)۔ تصوف کی معروف اصطلاح 'ولی' جو فی الواقع قرآنی اصطلاح ہے (اللہ ولی الذین امنوا)، کے بارے میں لکھتے ہیں ''لفظ ولایت کا اصل موضوع ہے حمیت وغیرت۔ یہ دراصل ایمان باللہ کا اہم ترین تقاضا ہے۔ اس حمیت و غیرت حق کے بغیر نہ ولایت کی کوئی ادنیٰ سی نسبت ہے نہ کوئی انفرادی عبادت، کوئی زہد اور کوئی ریاضت اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہے۔ تواصی بالحق، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، دعوت الی اللہ، اعلائے کلمۃ اللہ کی سعی و جہد اسی غیرت حق اور حمیت دینی کے عملی مظاہر ہیں۔ یہ دین کی پشت پناہی اور نصرت ہے۔ ان چیزوں سے اگر زندگی خالی ہے اور انفرادی زہد وعبادت اور وظائف واوراد

ہیں تو ولایت کی نسبت کا کوئی سوال نہیں۔ ان تمام ریاضتوں کی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پرکاہ کے برابر بھی نہ وقعت ہے اور نہ وزن ہے (قربِ الٰہی کے دو مراتب ص 11)۔ وہ تزکیہ نفس کا اصل ذریعہ قرآن مجید کو قرار دیتے تھے، جس کا لب لباب ہے ایمان۔ اور ایمان کا لب لباب ہے، توکل اور راضی برضائے رب رہنا۔ یہی تصوف کا حاصل ہے (قربِ الٰہی کے دو مراتب ص 51)۔ اس کے لیے ڈاکٹر صاحبؒ کے پاس سب سے بڑی دلیل نبی ﷺ کا اسوہ تھا۔ وہ تصوف کی بجائے 'سلوک محمدی ﷺ' کی اصطلاح استعمال کرتے تھے۔ اس سلوک مزکّٰی [تزکیہ یافتہ] ہونے کی شہادت قرآن مجید کے سالک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جاں نثار ساتھی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے، جن کے، احادیث شریفہ اور سیر کی تمام مستند کتب دیتی ہیں۔ آخر میں محترم احمد جاوید صاحب اور ڈاکٹر محمد امین صاحب سے درخواست ہے کہ وہ اپنی موجودہ دینی سرگرمیوں میں اقامت وغلبۂ دین کو بطور ہدف اپنے سامنے رکھیں تو ان شاء اللہ تو ہم سب آخرت میں سرخرو ہوں گے۔

☆☆☆

معمارِ پاکستان نے کہا

عید کا پیغام: انسان اللہ تعالیٰ کا خلیفہ

درحقیقت آدمی کو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا خلیفہ کہا گیا ہے۔ اگر آدمی کی یہ صراحت (توصیف) کسی اہمیت کی حامل ہے تو ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم قرآن مجید پر عمل کریں۔ دوسرے انسانوں کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کریں جیسا اللہ تعالیٰ اپنی انسانی مخلوق کے ساتھ کرتا ہے۔ وسیع معنوں میں یہ فرض، فرضِ محبت وصبر ہے۔ میرا یقین کریں کہ یہ فرض منفی نہیں بلکہ مثبت ہے۔ تمام معاشرتی احیاء اور سیاسی آزادی کا دارومدار اس بات پر ہے جو زندگی میں نہایت اہم ہے، اور وہ ہے ''اسلام اور اسلامی روح۔''

(بمبئی، 13 نومبر 1939)

حرفِ مدعا

مقصدِ حیات

ڈاکٹر محمد شاہین سعد خان

بھٹکا ہوا مسافر میں زندگی کے بَن کا — ماتھے پہ تھی سیاہی سچا مگر تھا من کا
خالق سے پوچھتا تھا میں زندگی کا مقصد — نہ عشرتوں کا طالب نہ ہی فقیر دھن کا

ہر رات اپنے رب سے ہوں خلوتوں میں گویا — میں طالبِ ہدایت میرا شعور سویا
سجدے میں سر گرا لوں یہ تو مجھے خبر ہے — پر وقت ہے جہالت کے ہار میں پرویا

کچھ وقت نے سمیٹا اور وہ مقام آیا — کرّوبیوں کا اوّل سجدوں میں نام آیا
کس نے تجھے سکھائی بے وقت کی ریاضت — تیری نماز میں نہ کیونکر قیام آیا؟

بھر فکر کی عمارت میں اور اینٹ گارا — دنیا سے موڑ لے اب ذکر کا تو دھارا
تُو مجھ کو پانا چاہے تو اور آرزو کر — گرداب میں اُتر جا، طلب کا لے سہارا

میں بخت کا بھلایا صحرا نشین ٹھہرا — چھوڑی زمین اپنی بَن کا مکین ٹھہرا
سب گردشِ زمانہ میری پہنچ سے دُور اب — دِل سے اُبھرتا ہر غم لوحِ جبین ٹھہرا

اِک طائرِ قفس نے مجھ سے جواب مانگا — جو راحتیں میسّر ان کا حساب مانگا
کیوں بے خودی کے ہاتھوں اپنی خودی گنوائی؟ — میری کہاوتوں کا مجھ سے نصاب مانگا

لو اب کے جو حلق سے دِلدوز آہ نکلی — وحدت ہو جس پہ قائم اک ایسی راہ نکلی
اُلفت کی بات بانٹو، اُمت میں عام بانٹو — معروف کا امر ہو، منکر پہ گاہ نکلی

اُمت کو دور کر دو اس نسخِ کیمیا سے — ستر علوم ہوں گے تو پھر پڑھو گے چاہ سے
نے معنیِٔ جہاد اب نے روحِ مردِ مومن — چل پھر کے خانقا میں کیا نکلے خانقاہ سے

بلّغ کے کیا ہیں معنی، اُنزل کی کیا شرح ہے — یہ خارج از بحث ہیں بس نام ہی بڑا ہے
سب عشق کی منازل ہیں ذکر میں مقیّد — خارج میں جنگ لگی ہے یا کال ہی پڑا ہے

اُس وقت ذوقِ ایماں جھنجھوڑے جا رہا تھا — سچی طلب تھی من میں رب رہ دِکھا رہا تھا
جو مجھ کو ڈھونڈنا ہے تو دِل کی آنکھ کھول اب — میں کب سے منتظر تھا محفل سجا رہا تھا

قرآن سے چمٹ جا، سب زیر و بم ہیں تیرے — قرآن سے لپٹ جا، جاہ وحشم ہیں تیرے
عالی مقامِ دنیا تو دِل کی تشنگی ہے — قرآن کا فقر لے، لوح وقلم ہیں تیرے

دشمن کے پرستار

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

پاکستان حملوں کی زد میں ہے۔ امریکہ تقریباً روزانہ کی بنیاد پر وزیرستان میں حملے کر رہا ہے۔ ڈرون بلاخوف وخطر آتے ہیں، آبادیاں خون میں نہلاتے ہیں اور چلے جاتے ہیں۔ اب تو میڈیا ذکر بھی برائے نام ہی کرتا ہے۔ کچرا کنڈی میں دھماکے کا ذکر تو ہوگا لیکن بڑے بڑے پاکستان سے محبت کے دعویدار اینکرز ڈرون حملے کا ذکر گول کر رہے ہیں یعنی اب برستے امریکی میزائل سے ہمارے کانوں پر جوں بھی نہیں رینگتی۔ دوسری جانب پورا میڈیا برطانوی مارکہ سیاسی ڈرون حملے پر توجہات مرکوز کیے ہوئے تھا اور تیسری جانب کینیڈا کا ڈرون بھی پوری گھن گرج سے منڈلا رہا ہے۔ ایسے میں امن کی آشا فیم بھارت کی بغل کی چھری بھی نکل آئی اور اس نے پے در پے دو واقعات میں لائن آف کنٹرول پر پاکستانی فوجیوں کو نشانہ بنایا۔ 6 اور 10 جنوری کو ہونے والے ان واقعات نے ہمارے اختیار کردہ نئے ملٹری ڈاکٹرین پر بھی کماحقہ روشنی ڈالی ہے۔ پاکستان پر اپنے دو فوجیوں کی ہلاکت کا الزام عائد کر کے (جسے پاکستان نے مسترد کیا ہے) بھارت بٹل اور مدار پور سیکٹر میں بلا اشتعال فائرنگ اور رات کے اوقات میں گولہ باری کر رہا ہے۔ سول آبادی غیر محفوظ اور گھروں میں محصور ہو گئی ہے۔ اُدھر ہمارے دوستی برانڈ چینلوں کے برعکس بھارتی چینل پاکستان کے خلاف پروپیگنڈا مہم اور جنگی ماحول پیدا کرنے کی کوشش میں مصروف ہیں۔ مشرقی اور مغربی سرحد پر دشمن بھارت اور امریکہ کی بیک وقت یلغار خارجہ پالیسی کے ابہام اور ناکامی کی کافی دلیل ہے۔ جبکہ اندرون ملک برطانیہ اور کینیڈا کے شہری افراتفری پھیلانے پر مامور ہیں۔ حد یہ ہے کہ سیاسی ڈرون حملہ کرنے کو نشانے کے لیے ان حضرت کو بھی بابائے قوم سوجھے! جن کے پاکستان کے پہلے ہی ان کے ہاتھوں پرخچے اُڑائے جا چکے۔ کراچی کی صورت حال دیکھ لیجیے۔ کوئٹہ دھماکوں کی زد میں ہے۔ کراچی اور اندرون سندھ، بلوچستان میں بھارت کا مکروہ کردار، رٹ آف سٹیٹ کا حشر کس سے پوشیدہ ہے؟ بلوچستان اور کراچی کے بد سے بدتر ہوتے حالات سیاسی مصلحتوں کے تحت نظر انداز کیے گئے۔ پاکستان دشمن قوتوں پر اس ملک کے سارے دروازے کھول کر، دودھ پر سانپوں کو رکھوالا بنا کر حشر یہ نہ ہو تو کیا ہو؟ آپ کے ڈاکٹرین کی ابھی سیاہی بھی خشک نہ ہوئی تھی کہ مشرقی سرحد پر بھارت انگڑائی لے کر کنڈلی کھول کر اُٹھ بیٹھا۔ امن کی آشا، جنگ کی بھاشا میں بدل گئی۔ دیوانہ وار اسلحہ جمع کرتا ملک بھارت، کیا خیال ہے یہ انبار اسلحے کے، کس لیے لگا رہا ہے؟ آپ مغربی سرحد کے نہتے مسلمانوں اور ان کے بیوی بچوں، مال مویشیوں، کاروبار کو تباہ کرتے، انہیں عفریت (Monster) پینٹ کر کر کے دکھاتے ہلکان ہو گئے۔ پورے میڈیا کو اس کام پر لگا دیا۔ 11 سال اس ڈاکٹرین اعلان کرنے سے قبل بھی عمل پیرا تو آپ اسی پالیسی پر تھے۔ یہ چھچھوندر قوم کے حلق سے اتاری جا رہی تھی کہ بھارتی حملے سے گویا قے ہو گئی۔ یہ چھچھوندر نگلی نہیں جا سکتی۔ اسے اگل دیجیے۔ حد درجے سیکولر، بے دین، قلم کاروں سے اسلام بیزاری کی بنیاد پر (تسلسل سے کیے جانے والے) طالبان پر مرکوز پروپیگنڈے سے حقائق نہیں بدل سکتے۔ یہ امریکی پالیسی ہے، اسے بدلیے۔ امریکی کٹھ پتلی بن کر ہاتھ پاؤں چھوڑ دینے کا یہ نتیجہ ہے کہ پاکستان ہر طرف سے بگولوں کی زد میں ہے۔ امریکی ہم نوائی میں پوری مغربی سرحد پر ہم نے بارود کاشت کیا ہے۔ امریکہ کے جانے کے بعد تو یہ ڈاکٹرین اور بھی بے محل ہے۔ مغربی سرحد کے کسی بھی حصے سے پاکستان مخالف، اسلام مخالف (جو پاکستان کی بنیاد و بقا ہے) نعرہ کبھی نہیں اُٹھا۔ آپ لاکھ زہر گھولیے لیکن سب جانتے ہیں کہ اس طرف بھارت قدم بھی نہیں رکھ سکتا۔ اس کی پذیرائی پشاور، اے این پی کے صوبائی دارالحکومت میں تو خوب ممکن ہے لیکن غیور قبائل نے بھارت اور بنیے کو کبھی قبول نہیں کیا۔ بیت اللہ محسود نے مشرقی سرحد پر دندان آز تیز کرتے ہوئے بھارت کو للکارا تھا کہ کسی بھی کڑے وقت میں ہم پاکستان کے شانہ بشانہ تمہارے خلاف لڑیں گے۔ ریکارڈ درست کیجیے۔ امریکہ کے ساتھ جاسوسی کرتے ہوئے جو ڈیلی، ضمنی، ظلی، بروزی آپریشن بذریعہ ڈرون، کرفیو، بمباری آپ نے وزیرستان، اورکزئی، خیبر میں جابجا شروع کر رکھے ہیں، یہ خودکشی کے سوا کچھ نہیں۔ یہ امریکہ، بھارت کے کٹر دشمنوں کا علاقہ ہے۔ اس کے باوجود آپ انہیں خون میں نہلا رہے ہیں اور بلوچستان میں مذاکرات اور مراعات کی بات کرتے ہیں؟ خیبر کی آبادی سالوں سے دربدر ہے، مگر یہ لوگ مظاہرے کر رہے ہیں۔ اس کے برعکس بلوچستان میں تو پاکستان کا نام نہیں لیا جا سکتا۔ پاکستان کا جھنڈا نہیں لہرایا جا سکتا۔ اس وسائل سے بھرے صوبے کو بھارت، امریکہ دونوں پاکستان سے کاٹنے کے لیے لبریشن آرمی کی پشت پر ہیں جبکہ قبائلی علاقے میں کہیں کوئی لبریشن آرمی موجود نہیں۔ مغربی سرحد پر آپ خواہ المصری کو ماریں الکویتی کو شہید کریں یا ازبک، تاجک کو نشانے پر لیں۔ صرف یہ بتا دیں کہ کیا یہ اپنے اپنے ملک چھوڑ کر پاکستان کے خلاف لڑنے کے

مغربی سرحد پر آپ خواہ المصری کو ماریں الکویتی کو شہید کریں یا ازبک، تاجک کو نشانے پر لیں۔ صرف یہ بتا دیں کہ کیا یہ اپنے اپنے ملک چھوڑ کر پاکستان کے خلاف لڑنے کے لیے صعوبتیں سہہ رہے تھے؟ یا یہ صرف اور صرف قابض امریکہ کے دشمن تھے؟

لیے صعوبتیں سہہ رہے تھے؟ یا یہ صرف اور صرف قابض امریکہ کے دشمن تھے؟ یہ آپ کے دشمن صرف اس وقت ہوتے ہیں جب آپ ان کے اور امریکہ کے درمیان حائل ہو کر یہ کہتے ہیں کہ ہماری لاشوں پر سے گزر کر امریکی کو مارو گے۔ پھر بھی آپ جانتے ہیں، یہ قوم جانتی ہے کہ طویل عرصہ انہوں نے یک طرفہ لاشیں اُٹھائی ہیں۔ شیخ اسامہ کو پاکستان سے محبت تھی۔ عرب پاکستان سے محبت رکھتے تھے۔ آپ نے امریکہ کے ان دشمنوں کو چن چن کر یا گوانتانا موبے کی راہ دکھائی یا راہ عدم! جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستین کا! ساری قوم کے اعصاب سے بھارت کو ہٹا کر بڑی مشکل سے آپ نے نیا دشمن تخلیق کیا تھا۔ بھارت نے ایک ہی جست میں کر دیا قصہ تمام! وہ پہلے بھی آپ کو مذاکرات کے نام پر ٹرخاتا رہا۔ اپنوں سے آپ نے بدعہدیوں، کبر و نخوت کا معاملہ کر کے انہیں دشمن بنایا۔ 26 طالبان رہنماؤں کو آپ نے رہا کیا۔ تعجب ہے کہ آپ کے ہاں تو ملا عمر اور اچھے طالبان، کا بڑا احترام تھا۔ یہ کہاں اور کیوں قید کیے گئے تھے؟ امریکہ کے نام پر حرام جنگ لڑنے کا یہ بھی ایک ثبوت ہے۔ امریکہ کی خاطر انہیں زندانوں میں دھکیلا گیا تھا! ملا نذیر نے پاکستان سے معاہدے کیے۔ دوستی استوار کی۔ اس کو بھی تہ تیغ کر دیا۔ ڈرون حملے پاکستان کے ایماء پر اس کی مدد سے ہوتے ہیں، یہ راز بار بار کھل چکا، اس پر اب دو رائے نہیں ہیں، بلکہ پاکستان امریکہ تعلقات بحالی اور مضبوطی ہی کا ثمر روزانہ کی بنیاد پر یہ سرحدی خلاف ورزیاں ہیں۔ پاکستان کہاں جا رہا ہے؟ مضحکہ خیز، حیران کن سیاسی ڈرامے، شعبدہ بازیاں، افراتفریاں، قتل و غارتگری جس میں کراچی کے محمود برکاتی جیسے معزز ادیب، ہمدرد صحت، نونہال کے ایڈیٹر، 50 کتب کے مصنف، 80 سال کی عمر میں نشانے پر رکھے جائیں؟ قوم کہاں ہے؟ تک تک دیدم، دم نہ کشیدم؟ بقول عبیر ابوذری:

سُتی ہوئی اس قوم دے اُتے پسو چھڈے
چونڈھیاں وڈھ جگایا پر اے قوم نہ جاگی!

اب تو امریکی سونڈی اور چونڈھی چھوڑ، برطانوی، کینیڈین چونڈھیاں، پسو سب کاٹ/ وڈھ رہے ہیں۔!

جنگ جیتنا اپنے لیے آسان ہو کیسے
جب لوگ ہوں دشمن کے پرستار زمیں پر

الطاف حسین کا ڈرون حملہ

وسعت اللہ خان

جس شخص کی بھی رسائی انٹرنیٹ تک ہے وہ وکی پیڈیا پر محمد علی جناح کا نیلا پاسپورٹ دیکھ سکتا ہے جو انڈین پاسپورٹ ایکٹ مجریہ 1920ء کے تحت 28 نومبر 1956ء کو پانچ برس کی مدت (تا 28 نومبر 1951ء) کے لیے جاری کیا گیا تھا۔ اس پر بڑا بڑا لکھا ہے: ''برٹش انڈیا پاسپورٹ، انڈین ایمپائر۔'' صاحب کی تصویر پر جو مہر لگی ہوئی ہے اس پر ''پاسپورٹ آفس کراچی گورنمنٹ آف سندھ'' درج ہے۔ چونکہ یہ پاسپورٹ برٹش انڈیا کے سبجیکٹ (شہری) کو جاری کیا گیا ہے۔ لہٰذا اندر کے پہلے صفحے پر انگلستان کے بادشاہ کے بجائے گورنر جنرل برٹش انڈیا کی جانب سے یہ درخواست چھاپی گئی ہے کہ حاملِ ہذا کو دورانِ آمد و رفت بلا رکاوٹ راہداری، مدد اور ضروری تحفظ فراہم کیا جائے۔ یہ پاسپورٹ حاملِ ہذا (محمد علی جناح) کو جن ممالک کے سفر کی اجازت دیتا ہے وہ مجاز افسر نے ہاتھ سے لکھے ہیں اور درج ذیل ہیں: برطانیہ براستہ عراق، ٹرانس جارڈن، فلسطین، مصر، اٹلی، فرانس، ہالینڈ، بیلجیم، سوئٹزرلینڈ اور مالٹا۔ نیشنل سٹیٹس (قومیت) کے خانے میں لکھا ہوا ہے 'برٹش سبجیکٹ بائی برتھ'۔ 1949ء تک سر سید احمد خان سے لے کر اقبال، علی برادران، حسرت موہانی، نہرو، سبھاش چندر بوس، محمد علی جناح، ذوالفقار علی بھٹو، اندرا گاندھی، میرے والد اور الطاف حسین کے والد سمیت ہر اس شخص کو برٹش سبجیکٹ کہتے تھے جو سلطنتِ برطانیہ کی زیرِ عملداری دنیا کے کسی بھی خطے میں پیدا ہوا ہو۔ 1949ء میں برٹش سبجیکٹ کی اصطلاح میں ترمیم ہوئی اور دولتِ مشترکہ کے شہری (کامن ویلتھ سٹیزن) کی اصطلاح متعارف ہوئی۔ 1981ء کے برٹش سٹیزن شپ ایکٹ کے تحت برٹش سبجیکٹ کی اصطلاح میں مزید ترمیم ہوئی اور اسے برطانیہ اور آئرلینڈ کے شہریوں تک محدود کر دیا گیا۔

اس خطے سے باہر برطانوی عملداری میں جو علاقے موجود تھے جیسے ہانگ کانگ، مکاؤ، جبرالٹر، فاک لینڈ وغیرہ تو ان کے لیے برٹش اوورسیز اور برٹش ڈیپنڈنٹ ٹیرٹریز کی اصطلاحات واقسام وضع کی گئیں۔ چنانچہ جب کوئی یہ دعویٰ کرتا ہے کہ محمد علی جناح اسی طرح برطانوی شہری تھے جس طرح میں ہوں تو ایسا دعویٰ کرتے وقت از حد تاریخی و قانونی احتیاط کی ضرورت ہے۔

جب آئین نافذ ہو گیا تو گورنر جنرل صدر ہو گیا اور گورنر جنرل کا 1935ء کے ایکٹ کے تحت حلف بھی نئے حلف سے بدل گیا۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ جدید پاسپورٹ برطانیہ اور اس کی نوآبادیات میں 1920ء کے پاسپورٹ ایکٹ کے تحت وجود میں آیا۔ اس سے پہلے راہداری اور پرمٹ پر سفر ہوتا تھا۔

دوم یہ ہے کہ اگر برٹش سبجیکٹ (شہری) اور برٹش انڈین سبجیکٹ ایک ہی چیز تھی تو پھر برطانیہ کو اپنی نوآبادیات کے شہریوں سے خود کو الگ شناخت دینے کے لیے 1920ء میں علیحدہ پاسپورٹ جاری کرنے کی کیوں ضرورت پڑ گئی جس پر موٹا موٹا لکھا تھا: 'برٹش پاسپورٹ۔ یونائٹڈ کنگڈم آف گریٹ برٹن اینڈ آئرلینڈ' (یہ نیلا پاسپورٹ 1988ء میں یورپی یونین والے سرخ جلد کے پاسپورٹ سے بدل گیا)۔ تو کیا برطانیہ اور اس کی تمام نوآبادیات میں صرف ایک پاسپورٹ کی ایک ہی جیسی عبارت سے کام نہیں چل سکتا تھا؟

اگر بحث برائے بحث یہ مان لیا جائے کہ برٹش انڈین پاسپورٹ رکھنے والا بھی برطانیہ کا اتنا ہی شہری تھا جتنا کہ یوکے اینڈ آئرلینڈ کا پاسپورٹ ہولڈر، تو پھر مجاز افسر کو اپنے ہاتھ سے محمد علی جناح کے پاسپورٹ پر برطانیہ براستہ عراق لکھنے کی کیا ضرورت تھی اور اس پاسپورٹ پر آسٹریلیا، نیوزی لینڈ، کینیڈا اور دیگر برطانوی ڈومینینز اور نوآبادیات کے ناموں کا اندراج

کیوں نہیں کیا گیا، تاکہ جناح صاحب ایک 'برطانوی شہری' کے طور پر جمیکا سے کینیا تک جس برطانوی نوآبادی میں چاہتے آجا سکتے۔

اگر برٹش انڈین پاسپورٹ رکھنے والا خود بخود برطانوی شہری بن سکتا تو 13 اپریل 1951ء کو پاکستان سٹیزن شپ ایکٹ کیوں نافذ ہوا جبکہ اس تاریخ کو بھی برطانوی بادشاہ پاکستان کا آئینی حکمران تھا اور گورنر جنرل پاکستان اس کا نمائندہ تھا۔ تو کیا حکومتِ پاکستان کے اس ایکٹ کو بین الاقوامی قانون کے تحت برٹش انڈیا کی جانشین حکومت (سکسیسر نیشن) کا ایکٹ تصور کیا جائے یا تاجِ برطانیہ سے بغاوت سمجھا جائے؟

رہی یہ بات کہ برطانوی بادشاہ یا ملکہ آزادی کے بعد بھی بھارت اور پاکستان کا آئینی سرپرست کیونکر رہے؟ اس لیے رہے کہ 14 اور 15 اگست 1947ء کے دن نہ انڈیا کا اپنا آئین تھا اور نہ پاکستان کا۔ چونکہ خلا میں کسی مملکت کا انتظام نہیں چلایا جاسکتا، لہٰذا نئے آئین کے نفاذ تک دونوں ممالک گورنمنٹ آف برٹش انڈیا ایکٹ مجریہ 1935ء کے تابع رہے۔ جب آئین نافذ ہوگیا تو گورنر جنرل صدر ہوگیا اور گورنر جنرل کا 1935ء کے ایکٹ کے تحت حلف بھی نئے حلف سے بدل گیا (جیسے یحییٰ خان کی معزولی کے بعد 1973ء کے عبوری آئین کے نفاذ تک خلا پُر کرنے کے لیے بھٹو صاحب کو عبوری صدر کے ساتھ ساتھ چیف مارشل لا ایڈمنسٹریٹر کا حلف مجبوراً اٹھانا پڑ گیا تھا۔)

30 جنوری 1948ء کو برٹش انڈیا کے ایک اور پاسپورٹ ہولڈر موہن داس کرم چند گاندھی کو گولی لگی۔

بات شہریت اور پاسپورٹ کی ہورہی تھی اور جانے کہاں سے کہاں نکل گئی۔ کیا کسی کو یاد ہے کہ پہلا پاکستانی پاسپورٹ 1951ء کے سٹیزن شپ ایکٹ کے تحت پاکستانی دفترِ خارجہ کے مڈل ایسٹ ڈویژن کے ڈپٹی سیکرٹری محمد اسد کو جاری ہوا۔ تب تک برٹش انڈیا کے جاری کردہ پاسپورٹ پر پاکستان کی مہر لگا کر کام چلایا جاتا تھا۔ جبکہ بھارت میں تو سٹیزن شپ ایکٹ مجریہ 1950ء کے نفاذ تک پرانے پاسپورٹوں پر نئی ریپبلک آف انڈیا کی مہر لگتی رہی۔ بالکل ایسے جیسے پاکستان کے کرنسی نوٹوں کے اجرا تک برطانوی ہند کے کرنسی نوٹوں پر پاکستان کا ٹھپہ لگا کر کام چلایا جاتا رہا۔

چونکہ پاکستان میں 13 اپریل 1951ء تک شہریت کا قانون ہی نہیں تھا اور برٹش انڈین دور کے قوانین سے کام چلایا جارہا تھا تو کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ گورنر جنرل اور وزیرِ اعظم سمیت پوری کابینہ اور قانون ساز اسمبلی کے 69 ارکان سمیت مغربی اور مشرقی پاکستان کے سات کروڑ شہریوں میں سے ایک بھی پاکستانی شہری نہیں تھا۔ سب کے سب ایک منقسم برٹش انڈیا کے شہری تھے اور اس ناتے برطانوی شہری تھے اور اس ناتے وہ جتنے ڈھاکہ اور کراچی میں بسنے کے قانوناً مجاز تھے اتنے ہی لندن اور برمنگھم میں بھی بسنے کے اہل تھے؟

سوال یہ ہے کہ اگر جناح صاحب 11 ستمبر 1948ء کے بجائے 11 ستمبر 1951ء کو وفات پاتے تو ان کے پاس کون سا پاسپورٹ ہوتا۔ تو کیا ان کی وفات برطانوی شہری یا برٹش انڈین شہری کے طور پر ہوئی اور جناح صاحب کی وفات سے بھی نو ماہ پہلے 30 جنوری 1948ء کو برٹش انڈیا کے ایک اور پاسپورٹ ہولڈر موہن داس کرم چند گاندھی کو گولی لگی تو جناح صاحب نے اپنے تعزیتی پیغام میں یہ کیسے کہہ دیا کہ 'ہی واز اے گریٹ انڈین'۔ انہیں تو یہ کہنا چاہیے تھا کہ 'ہی واز اے گریٹ برٹش سٹیزن' اور پھر برطانیہ نے اپنے اس مایہ ناز شہری کی راکھ گنگا میں بہانے کی اجازت کیسے دے دی۔ گاندھی جی کی ایک سادھی لندن میں بھی تو بننی چاہیے تھی۔ جناح صاحب کا مزار کراچی میں ہے۔ تعجب ہے کہ لندن میں ایک مجسمہ تک نہیں۔ کیا ایسے ہی قدر کرتا ہے برطانیہ عظمیٰ اپنے شہریوں کی؟ ہم تاریخ کا مضمون سیاق و سباق و وقت و حالات کی روشنی میں پڑھنا کبھی سیکھ بھی پائیں گے یا 'پھڑ' کاتا اور 'لے دوڑی' کے فارمولے سے ہی کام چلاتے رہیں گے۔

(مضمون نگار بی بی سی اردو سروس سے وابستہ ہیں)

سالانہ اجتماع کے حوالے سے

ہمارے بزرگ رفیق قاضی عبدالقادر صاحب کا پیغام

1...... زندگی میں ہمیشہ کچھ رکاوٹیں آتی ہیں۔
اِن رکاوٹوں کا ___
منفی نام پرابلم (Problem) ہے۔
اور اِن کا ___
مثبت نام چیلنج (Challenge) ہے۔

2...... مسئلہ پیدا ہونے کو آپ روک نہیں سکتے
___ البتہ ___
آپ یہ کر سکتے ہیں کہ
مسئلے کے ساتھ غم کو جمع نہ کریں۔

So if you want your *da`wah* efforts to give their desired fruit, nurse the ethic of *mu`ayashah*. Master it. It worked for the Prophet a and, God wiling, it will for you too. And make no mistake, *mu`ayashah* is fated to subject you to some unpleasant experiences. So be charitable, and always bear in mind the Prophet's a words:

> "The believer who mixes with people and bears with their injuries is better than the believer who does not mingle with people nor bear with their injuries." [*Sahih al-Jami*]

(*Courtesy: Al-Jumuah*)

ضرورت رشتہ

لاہور میں رہائش پذیر فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 37 سال، تعلیم گریجویٹ (لاہور)، بزنس ایڈمنسٹریشن کورس (UK) کے لئے دینی مزاج کے حامل، تعلیم یافتہ، برسرروزگار شخص کا رشتہ درکار ہے۔ رفیق تنظیم کو ترجیح دی جائے گی۔

برائے رابطہ: 0300-4424444

دعائے مغفرت کی اپیل

☆ تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب شرقی کے امیر محمد ناصر بھٹی کے ماموں انتقال کر گئے

☆ مقامی تنظیم ہارون آباد نمبر 1 حلقہ پنجاب شرقی کے رفیق محمد احمد (خراد والے) کے تایا جان وفات پا گئے ہیں۔

☆ نقیب منفرد اسرہ عارفوالا 1 ملک لیاقت علی کے والد محترم وفات پا گئے۔

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے۔ قارئین ندائے خلافت سے بھی ان کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

اللّٰھم اغفرلھم وارحمھم وادخلھم فی رحمتك وحاسبھم حسابًا یسیرًا

سالانہ اجتماع کی رپورٹ آئندہ شمارہ میں

تنظیم اسلامی کا سالانہ اجتماع 13، 14، 15، جنوری 2013ء کو مرکزی اجتماع گاہ بہاولپور میں ہوا۔ اجتماع کی مفصل رپورٹ آئندہ شمارہ میں شائع ہوگی۔ ان شاءاللہ (ادارہ)

متوجہ ہوں

ان شاءاللہ العزیز

قرآن اکیڈمی لالہ زار کالونی نمبر 2 (3 کلومیٹر) ٹوبہ روڈ جھنگ صدر" میں

★ مدرسین ریفریشر کورس

8 تا 10 فروری 2013ء

(بروز جمعۃ المبارک نمازعصر تا بروز اتوار ظہر)

کا انعقاد ہو رہا ہے۔

زیادہ سے زیادہ مدرسین اس میں شامل ہوں

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0336-6778561 047-7630861

"25 آفیسر کالونی بوسن روڈ ملتان" میں

★ مبتدی تربیتی کورس

10 تا 16 فروری 2013ء

[بروز اتوار (نماز عصر) تا بروز ہفتہ (نماز ظہر)]

کا انعقاد ہو رہا ہے۔

زیادہ سے زیادہ رفقاء اس میں شامل ہوں

اور اسی مقام پر

★ امراء و نقباء تربیتی و مشاورتی اجتماع

15 تا 17 فروری 2013ء

[بروز جمعہ (نماز عصر) تا بروز اتوار]

کا انعقاد ہو رہا ہے۔

زیادہ سے زیادہ امراء و نقباء اس میں شامل ہوں،

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0322-6187858 061-6520451

المعلن: مرکزی شعبہ تربیت

(042)36366638, 36316638 0332-4178276

DA`WAH --- PROVISIONS FOR DA`IS

NURTURING THROUGH *MU`AYASHAH*

Effective dynamic education and nurturing (*tarbiyah*) is a difficult ongoing process that entails mingling, interacting and socializing with, and knowing closely, the people at whom this *tarbiyah* is aimed. In Arabic, this act is called *mu`ayashah* (living much among people as one of them). Any *tarbiyah* scheme that lives on occasional get-togethers, spaced-out meetings or annual gatherings, is deficient, flawed and will yield but weak elements and hollow commitment.

When one looks into the Prophet s a life story, one will note that *mu`ayashah* figures prominently in his blessed life.

> Had the Prophet a ever offered *salah* in a sitting position? inquired Abdullah ibn Shafiq of Aisha k . Yes! When people had crushed him, replied the Mother of the Believers. [*Muslim*]

This seamless *mu`ayashah* with people, which did not abate throughout the 23 years of Muhammad s a prophetic career, took its toll on his health. He would, later in his life, offer *salah* sitting and his head was lit with grey.

The Prophet a mixed with people, gave them his undivided attention. He received them at his home, in the street, or in the *masjid*. He was always accessible and available, not only to persons of note or those who were closer to him, but to all Muslims --- be they old or young, noble or poor, males or females. The Hadith has it that a little girl would grab the Prophet s a hand and lead him to wherever she wished . Anas h said:

> The Prophet a would socialize with us so much, one day he asked my little brother, Abu Umayr, (in a rhyme), O Abu Umayr! How does Nuqayr? (Nuqayr being the name of a pet-bird Abu Umayr kept). [*Bukhari*]

And said Jarir ibn Abdullah h :

> Never ever did the Prophet a deny meam audience, ever since I accepted Islam. And whenever he saw me, he would smile at me. [*Bukhari*]

Simak ibn Harb said:

> I once asked the Companion Jabir ibn Samurah h , Did you use to sit with the Prophet a ? Yes, answered Samurah, after each *Fajr salah*, the Prophet a would remain seated on the spot whereon he prayed till sunrise, listening and smiling, as his Companions reminisced about events and personalities from the *jahiliyyah*, recited poetry, and laughed. [*Nasa e*]

The Prophet s a practice of *mu`ayashah* with his followers, particularly his Companions, was so intense, he developed a profound knowledge of their individual capabilities, and he would address each one of them, according to his personal qualities and capabilities. On the authority of Anas ibn Malik h , the Prophet a said:

> Abu Bakr is the kindest person to my Ummah. In matters of Deen, Umar is the strongest. The most modest person in my Ummah is Uthman. The best in deciding legal cases is Ali. And Ubay ibn Ka`b is the best at Quran recitation. Of my Companions, the one with the profoundest knowledge of the lawful and the unlawful is Mu`adh ibn Jabal. The foremost authority on the science of calculation and division of shares of inheritance is Zayd ibn Thabit. And each nation boasts a person of uncontested integrity, and Abu Ubaydah ibn Al-Jarrah is our man in this respect. [*Ibn Majah*]